حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

زیرِ انتظام جامعہ علمیہ سُلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا
فون: 048-3021536

Website: www.sibtain.com Emails: smi51214@gmail.com Sultanulmadarisislamia@gm

جلد ۱۸   اپریل ۲۰۱۴ء   شمارہ ۴

فہرست مضامین

مدیر اعلیٰ: ملک ممتاز حسین اعوان
مدیر: گلزار حسین محمدی
پبلشر: ملک ممتاز حسین اعوان
مطبع: انصار پریس بلاک ۱۰
مقامِ اشاعت: جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا
کمپوزنگ: الخط کمپیوٹرز 0307-6719282
فون: 048-3021536

زرِ تعاون 300 روپے
لائف ممبر 5000 روپے

اداریہ

بزرگ علمائے کرام اور قومی قائدین سے التماس

ہمارے پیارے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "خیر الناس من ینفع الناس" یعنی سب سے بہتر انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں کے لیے سودمند اور نفع بخش ہو۔ دوسروں کو فائدہ پہنچانا اور دوسروں کی بھلائی چاہنا بہت بڑے اجر و ثواب کا موجب ہے۔ ؎

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں　　　　کہ دنیا میں کام آئے انساں کے انساں

پاکستان میں تمام مکاتب فکر کے رفاہی ادارے مختلف شعبوں میں کام کر رہے ہیں۔ مگر مکتب اہل بیتؑ کا کوئی رفاہی ادارہ قومی سطح پر موجود نہیں ہے۔ اس امر کی اشد ضرورت ہے۔

① عصری تعلیم کے فعال اور جدید خطوط پر استوار تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں جن اداروں میں دینی خطوط پر تربیت کی جائے تاکہ مستقبل کے نوجوان فکر معاش سے آزاد دین کے سفیر ثابت ہوں۔ پورے ملک میں دو چار ایسے ادارے تو موجود ہیں مگر یہ تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔

② سرکاری ہسپتالوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے، سرکاری ملازم ڈاکٹر صاحبان اپنے پرائیویٹ ہسپتالوں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں، پرائیویٹ ہسپتالوں کے اخراجات اور مصارف عام آدمی کی پہنچ سے دور ہیں۔ اس لیے علمائے کرام اور قائدین ملت امامیہ ہر ضلع ہیڈکوارٹر پر ایک جدید ترین ہسپتال قائم کرنے کی تجویز کو عملی جامہ پہنائیں جس میں تمام تر جدید سہولیات موجود ہوں۔

③ غرباء و یتامیٰ کے ہاسٹل بنائے جائیں جن میں نادار اور یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت کا احسن انتظام موجود ہو، تاکہ دربدر ٹھوکریں کھانے والے نادار افراد کی درست طور پر مدد کی جا سکے۔

④ نوجوان مرد اور خواتین کے لیے تربیتی ادارے قائم کیے جائیں جن میں دستکاری اور ہنرمندی کے زیور سے آراستہ نوجوان مرد و زن باعزت زندگی گزار سکیں۔

④ ہر ضلعی سطح پر دینی اور مذہبی لائبریری کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ لکھے پڑھے افراد کو مطالعہ اور تحقیق کا موقع فراہم کیا جا سکے۔

⑤ ہر ضلعی صدر مقام پر کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے طلباء کے لیے ہاسٹل تعمیر کرائے جائیں، تاکہ یہ طلباء کم اخراجات پر رہائش پذیر ہو کر زیور علم سے آراستہ ہو سکیں...... لبنانی عالم دین سید محمد حسین فضل اللہ اعلی اللہ مقامہ نے لبنان سے انہی منصوبوں پر عملی کام کر کے لبنانی قوم کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا۔

ہمارے علمائے کرام اور قائدین قوم کے مستقبل کو سنوارنے کے لیے ان بنیادی کاموں پر توجہ دیں۔ ان تنظیمی اور فلاحی امور سے وطن عزیز کے ملت امامیہ کے افراد باعزت اور سرخرو ہوں گے۔

باب العقائد

شرک خفی کے اقسام دہ گانہ

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

گزشتہ شمارہ میں شرک کی مذمت اور اس کی حقیقت اور اس کے اقسام یعنی جلی و خفی کا تذکرہ اور شرک جلی پر تبصرہ کیا جاچکا ہے کہ شریعت مُقدّسہ اسلامیہ میں شرک ایک ناقابل معافی جرم اور اکبرالکبائر گناہ ہے۔ اس شمارہ میں شرک کی دوسری قسم یعنی شرک خفی اور اس کے دہ گانہ اقسام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ خدا کرے کہ ہماری یہ تحریر پرتاثیر ہو اور قوم اس اکبرالکبائر گناہ سے دامن کو بچائے۔ سو واضح رہو کہ اس شرک خفی کی دس قسمیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

① شرک توکلی:

اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام امور میں ذاتِ پروردگار پر توکل و اعتماد کریں۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (سورۃ آلِ عمران: ۱۲۲)

"اہل ایمان کو چاہیے کہ صرف اللہ پر توکل و بھروسا کریں"۔

لہٰذا غیر اللہ پر بھروسا کرنا شرک توکلی ہے۔ چنانچہ:

① ایک روایت میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کے ذمہ کوئی کام لگائے اور وہ یاددہانی کی خاطر اپنے کپڑے کو گرہ دیدے تو اس نے شرک کا ارتکاب کیا ہے۔ (تفسیر صافی)

② دوسری روایت میں مروی ہے کہ اگر کوئی آدمی کہیں جا رہا ہو اور دوسرا اسے کہے کہ فلاں کام کرتے آنا اور وہ یاد آوری کے لیے انگوٹھی تبدیل کرے (ایک انگلی سے اتار کر دوسری میں پہن لے) تو یہ بھی شرک کا مرتکب ہوا ہے۔ (عین الحیات)

یہ کیوں شرک ہے؟ محض اس لیے کہ اس آدمی نے یاد آوری کے لیے محض غیر اللہ (گرہ یا انگوٹھی کی تبدیلی) پر بھروسا کیا ہے اور مسبّب الاسباب پر بھروسا نہیں کیا۔ ورنہ شرک نہیں ہوگا۔

③ ایک روایت میں معصومؑ میں منقول ہے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو میں ہلاک ہوگیا تھا۔ یہ شرک ہے، بلکہ اسے یوں کہنا چاہیے کہ اگر خداوند عالم فلاں آدمی کے ذریعہ سے مجھ پر احسان نہ کرتا تو میں برباد ہوجاتا۔ (تفسیر صافی)

② شرک امری:

چونکہ حقیقی آمر و ناہی خدا تعالیٰ ہی ہے اسی کا امر و نہی چلتا ہے، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (الاعراف: ۵۴) اَلَا لَهُ الْحُكْمُ (الانعام: ۶۲)

انبیاء و اوصیاء بھی اسی کے اوامر و نواہی پر عمل

کرنے کرانے اور...... اور انھیں نافذ کرانے کے لیے آتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کسی اور کو اس مرتبہ میں اللہ کا شریک قرار دے تو وہ مشرک ہے۔ کیونکہ: "لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق"۔

③ شرك نفعی و ضرری:

چونکہ نفع و نقصان پہنچانا خدائے دو جہان کے قبضہ قدرت میں ہے، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (سورۃ الانعام: ۱۷)

"اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کا دفع کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر و خوبی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے"۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ (سورۃ النمل: ۶۲)

لہٰذا اگر کوئی شخص کسی اور ہستی کو نفع و نقصان کا مالک جانتا ہے اور اس سے خائف و ہراساں ہوتا ہے تو وہ مشرک ہے۔

④ شرك اطاعتی:

چونکہ اصل بالذات اطاعت صرف خالق و مالک کی جائز ہے، یا ان ہستیوں کی جن کی اطاعت کا وہ حکم دے (کہ فی الحقیقت یہ اسی کی اطاعت ہے) لہٰذا جن لوگوں کی اطاعت کا خدا نے حکم نہیں دیا ان کی اطاعت کرنا اور ان کو ہادی و راہنما تسلیم کرنا شرک ہے۔

⑤ شرك تشبیهی:

چونکہ خداوند عالم ذات و صفات اور دوسرے تمام کمالات میں بے مثل و بے مثال ہے، لہٰذا جو شخص اس کو مخلوق کی طرح جسم دار اور صاحبِ اعضاء و جوارح قرار دے کر تشبیہ دے وہ مشرک ہے۔ چنانچہ:

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

من شبه الله بخلقه فهو مشرك (عیون الاخبار)

یعنی "جو شخص خدا کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دے وہ مشرک ہے"۔

⑥ شرك هوی پرستی:

جب ایک مسلمان اپنی نماز میں یہ اقرار کرتا ہے کہ: "ایاك نعبد و ایاك نستعین"...... (پروردگارا! میں تیری ہی پرستش کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں) تو اس کے لیے یہ ہرگز روا نہیں ہے کہ گناہ کرتے وقت خنزیرِ شہوت اور غصہ کے وقت کلبِ غضب اور جمع مال کے وقت دیوِ حرص کے سامنے رکوع و سجود کرتا ہوا نظر آئے یہ ہوئی و ہوس پرستی شرک ہے۔

ارشادِ قدرت ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی ﴿۴۱﴾ (سورۃ النازعات: ۴۰ و ۴۱)

⑦ شرك سَبَبِی و مُسَبّبِی:

اس میں تو کوئی شک و شبہ نہیں کہ خدائے حکیم نے اس عالم اسباب کی بنیاد اسباب و مُسبّبات پر رکھی ہے۔ یعنی ہر چیز کے وجود کو کسی دوسری چیز کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جیسے اولاد کے وجود کو مرد و زن کے اجتماع سے، مال و دولت کو محنت و کام کرنے سے اور شفایابی کو علاج و معالجہ سے مربوط کر دیا ہے۔ مگر ایک موحد کی نظر مسبّب

الاسباب پر ہوتی ہے، اسباب پر نہیں ہوتی۔ یہ اسباب اس وقت اثر انداز ہوتے ہیں جب خدا کا اذن ہوتا ہے، ورنہ کہنا پڑتا ہے: ع

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

لہٰذا علل واسباب کو اثر وتاثیر میں مستقل جاننا بھی شرک خفی کی ایک قسم ہے۔ لہٰذا اس سے بھی اجتناب لازم ہے۔

⑧ شرک قسمی:

امام محمد باقر علیہ السلام اور دوسرے ائمہ طاہرینؑ سے مروی ہے کہ منجملہ شرک خفی کے اللہ کے سوا کسی اور مخلوق کی قسم کھانا بھی ہے۔ (تفسیر عیاشی)

نیز امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

و من ذالك قول الرجل و حیاتك (تفسیر عیاشی)

"اس شرک خفی سے ہے آدمی کا یہ کہنا کہ "تیری زندگی کی قسم"۔ لہٰذا اس سے بھی دامن بچانا چاہیے۔ خدا کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ وہ اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھائے۔ مگر مخلوق کے لیے اپنے خالق کے سوا اور کسی چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ (تفسیر صافی وغیرہ)

⑨ شرک شگونی:

کسی چیز سے شگونِ بد لینا۔ مثلا:

① کسی کام کے لیے جارہے ہوں اور کوے کی آواز کانوں میں پڑجائے

② یا اُلو گھر کی منڈیر پر بیٹھ جائے،

③ یا ۱۳ کے عدد سے واسطہ پڑجائے،

④ یا اثناء راہ میں کوئی پرندہ دائیں یا بائیں جانب سے پرواز کر کے گزر جائے،

⑤ یا اتوار و بدھ کی رات کو بیمار پُرسی کرنا یا عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیان شادی کرنا وغیرہ وغیرہ......

اگر کوئی آدمی ان باتوں سے شگونِ بد لے اور سفر سے لوٹ آئے، اور ان امور کو اپنی ناکامی و نامرادی میں مؤثر قرار دے تو یہ بھی شرک خفی ہے...... پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شگونِ بد لینے کو شرک قرار دیا ہے۔ فرمایا: "الطیرة شرك"۔ (حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۶۶)

بلکہ حق تو یہ ہے کہ تاریخوں کی سعادت ونحوست کو اس قدر اہمیت دینا کہ ان کی وجہ سے ضروری کام معطل ہوکر رہ جائیں اور انھیں کامیابی وناکامی میں مؤثر سمجھنا بھی اسی زمرہ میں داخل ہے۔

جنگ نہروان کی طرف تشریف لے جاتے وقت منجّم کا جناب امیر علیہ السلام کو روکنا، اور یہ کہنا کہ یہ ساعت نحس ہے، مگر آنجنابؑ کا اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تشریف لے جانا، اور پھر مظفّر ومنصور ہوکر واپس لوٹنا ایک مشہور واقعہ ہے۔ اور دوسری کتابوں کے علاوہ خود نہج البلاغہ میں مذکور ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر ان باتوں سے کسی آدمی کے دل و دماغ میں کسی قسم کا کوئی غلط خیال پیدا ہو، تو اس کا علاج توکل بر خدا ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباء واجداد کے سلسلہ سند سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كفارة الطیرة التوكل (روضۃ کافی صفحہ ۲۳۶)

کہ "شگونِ بد کا کفارہ خدا پر بھروسا ہے"۔

محدث جزائری مرحوم نے "انوارِ نعمانیہ" میں سعادت ونحوست ایام کی طویل بحث کے بعد فرمایا ہے کہ ان سب چیزوں کا علاج دو چیزوں میں ہے۔ ایک صدقہ دینے میں اور دوسرا خدا پر توکل واعتماد کرنے میں۔

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (سورة الطلاق:۳)

(۱۰) شرك بدعی:

جو شخص کسی من گھڑت بات (بدعت ذاتی) کو تقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتا ہے اور خود بھی اس پر عمل کرتا ہے اور لوگوں کو بھی اس کی طرف بلاتا ہے۔ اور اسی چیز پر لوگوں سے محبّت یا نفرت کرتا ہے وہ مشرک ہے...... خدا فرماتا ہے:

آللهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللهِ تَفْتَرُوْنَ (سورة یونس:۵۹)

"کیا اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے یا تم اللہ پر افتراء پردازی کرتے ہو؟"۔

خداوند عالم تمام اہل اسلام کو بالعموم اور اہل ایمان کو بالخصوص ہر قسم کے شرک سے محفوظ رکھے۔

انه علیٰ کل شیءٍ قدیر و بالاجابة جدیر

توحید کی اس قدر اہمیت اور شرک کی خوفناک مذمت کے بعد ایک درد دین رکھنے والے مُسلمان کا رویہ کیا ہونا چاہیے؟...... یہی کہ وہ توحید کے دامن کو پوری مضبوطی سے تھامے اور شرک سے کلی اجتناب کرے۔ زہر چونکہ زندگی کا قاتل ہے تو ہر وہ شخص جسے زندگی عزیز ہوتی ہے وہ زہر کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔ بلکہ جس چیز کو زہر کے چھوجانے کا بھی خیال ہو اس کے بھی قریب نہیں جاتا تو جس شخص کو اپنا ایمان عزیز ہے اور وہ جانتا ہے کہ شرک سے ایمان کی موت واقع ہوجاتی ہے کیا وہ ہر قسم کے شرک سے دور نہیں بھاگے گا؟...... یقیناً بھاگے گا۔

اور جس چیز میں اسے شرک کا شائبہ بھی نظر آئے گا وہ اس کے قریب بھی نہیں جائے گا اور کسی تاویل علیل یا لفظی ہیر پھیر کا قطعاً سہارا نہیں لے گا۔

واللہ الهادی الیٰ سواء السبیل و هو خیر دلیل

جوا کھیلنا اور اس کے ذریعہ سے پیسہ کمانا بالاتفاق حرام ہے۔ ارشادِ قدرت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ (سورۃ المائدۃ: ۹۰ و ۹۱)

"اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا، بت اور قمار کے تیر نجس ہیں اور شیطانی کام ہیں تم اس سے رُک جاؤ تاکہ فوز و فلاح حاصل کرو شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے درمیان بغض و عداوت ڈال دے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے باز رکھے کیا تم باز آؤ گے؟"۔

الغرض جوئے کے جس قدر آلات و اقسام رائج ہیں ان کے ساتھ بازی باندھ کر جوا کھیلنے اور ان آلات کی خرید و فروخت کرنے کی حرمت اور اس کے گناہ کبیرہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے قرآن و حدیث اس کی مذمت سے چھلک رہے ہیں۔ جہاں تک قرآن کا تعلق ہے تو ابھی ایک آیت شریفہ پیش کی جا چکی ہے۔ مزید برآں صرف ایک روایت بحوالہ حدائق اور مستطرفات سرائر ابن ادریس سے اور وہ جامع البزنطی سے بروایت ابوبصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا:

قال بیع الشطرنج حرام و اکل ثمنه سحت واتخاذ ھا کفر واللعب بھا شرك والسلام علی اللاھی بھا معصیة وکبیرة موبقة والخائض فیھا یدہ کالخائض یدہ فی لحم الخنزیر ولا صلوۃ له حتی یغسل یدہ کما یغسلھا من لحم الخنزیر والناظر الیھا کالناظر الی فرج امه والله ھی بھا والناظر الیھا فی حال مایلھی بھا والسلام علی اللاھی بھا فی حالته تلك فی الاثم سواء ومن جلس علی اللعب بھا فقد مقعدہ من النار وکان عشیه ذلك حسرۃ علیه یوم القیامة وایاك ومجالسة اللاھی و المغرور بلعبھا فانھا من المجالس التی باھلھا بسخط من الله فیه تیوقعونه، فی کل ان فیعمك معھم

"شطرنج کا بیچنا حرام، شطرنج کی قیمت کھانا حرام، شطرنج بنانا کفر، شطرنج کھیلنا کفر، شطرنج کھیلنے والے پر سلام کرنا مہلک گناہ کبیرہ ہے اور شطرنج میں ہاتھ ڈالنے والا ایسا ہے جیسے خنزیر کے گوشت میں ہاتھ ڈالنے والا۔ اس کی اس وقت تک کوئی نماز (قبول) نہیں جب تک اس طرح اپنا ہاتھ نہ دھوئے جس طرح خنزیر کے گوشت کو چھونے والا ہوتا ہے اور شطرنج کی طرف دیکھنے والا ایسا ہے جیسے اپنی ماں کی شرمگاہ دیکھنے والا، شطرنج کھیلنے والا، دیکھنے والا

اوران پر سلام کرنے والا گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ جو شخص شطرنج کھیلنے بیٹھتا ہے اسے اپنی جگہ جہنم میں مہیا سمجھنی چاہیئے اور اس کی یہ زندگی بروزِ قیامت اس کیلیئے باعث حسرت وندامت ہوگی۔ خبردار شطرنج کھیلنے والوں کے پاس نہ بیٹھنا۔ کیونکہ یہ جگہ ان مجالس و مقامات میں سے ہے جن کے جالس و جلیس اللہ کی ناراضی اور اس کے اس قہر و غضب کے سزاوار ہو چکے ہیں، جس کے نزول کی ان کو ہر وقت توقع اور انتظار ہے۔ خیال رکھنا کہیں یہ عذاب تمھیں بھی اپنی لپیٹ میں نہ لے لے"۔ ہاں البتہ اس میں قدرے اختلاف ہے کہ اگر بازی باندھے بغیر ان آلات سے کھیلا جائے تو یہ جائز ہے یا نہ؟ احتیاط واجب یہ ہے کہ اس سے بھی اجتناب کیا جائے۔

واللہ العالم

مسائل واحکام

مسئلہ ①: اگر جوئے کے علاوہ بازی لگا کر کوئی کھیل کھیلا جائے تو یہ جائز ہے یا ناجائز؟ تو اس کے متعلق عرض ہے جہاں تک اونٹ اور گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کا تعلق ہے تو اس کے جواز پر تو تمام مذاہب اسلامیہ کے فقہاء کا اتفاق ہے، بشرطیکہ یہ کارروائی بطورِ مشق جہاد کی جائے۔ جس طرح پرندوں میں سے کبوتر بازی کے جواز پر بھی بعض احادیث دلالت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ بازی باندھ کر کوئی سا مقابلہ جائز نہیں ہے، خواہ کشتی ہو یا کشتی رانی، بھاری پتھر وغیرہ کا اٹھانا ہو یا کسی چٹان کا گرانا، سائیکلوں اور موٹروں کی دوڑ ہو یا کبڈی وغیرہ، اور آیا بازی باندھے بغیر یہ کھیل جائز ہیں یا نہ؟ اس میں قدرے اختلاف ہے۔ اگرچہ بہت سے فقہاء نے ان امور کی حرمت کی تصریح کی ہے۔ مگر ان کا جواز قوت سے خالی نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض اخبار و آثار سے اور بعض فقہاء کے انظار سے بھی یہی واضح و آشکار ہوتا ہے، اور خصوصاً جبکہ ورزش وغیرہ کی طرح کی کوئی عقلائی غرض و غائیت بھی پیش نظر ہو (واللہ العالم بحقائق احکامہ)

مسئلہ ②: جس طرح جوا کھیلنا حرام ہے اسی طرح جہاں جوا کھیلا جاتا ہے وہاں جانا اور اس شغل کو دیکھنا بھی حرام ہے جیسا کہ حماد بن عیسٰی اور سلیمان جعفری کی روایات میں وارد ہے۔ مالك ولمجالس لا ينظر الله الى اهله؟ (المطلع فى الشطرنج كالمطلع فى النار) (الکافی) اور تمھیں اس بزم سے کیا واسطہ جس کے اہل کی طرف خدا نظر نہیں کرتا اور جس پر جھانکنے والا ایسا ہے جیسے دوزخ میں جھانکنے والا (الکافی)

باب التفسیر

قول و فعل کا اختلاف منافقت کی علامت ہے

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ یَقُوۡلُوۡنَ طَاعَۃٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوۡا مِنۡ عِنۡدِکَ بَیَّتَ طَآئِفَۃٌ مِّنۡہُمۡ غَیۡرَ الَّذِیۡ تَقُوۡلُ ؕ وَ اللّٰہُ یَکۡتُبُ مَا یُبَیِّتُوۡنَ ۚ فَاَعۡرِضۡ عَنۡہُمۡ وَ تَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ وَ لَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا ﴿۸۲﴾ (سورۃ النساء: ۸۱ و ۸۲)

ترجمۃ الآیات

اور وہ زبان سے اطاعت و فرمانبرداری کی لفظ کہتے ہیں اور جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ آپ کے فرمان (یا اپنے قول و قرار) کے برعکس رات بھر تدبیریں کرتا ہے جو کچھ وہ رات کے وقت کرتے ہیں۔ اللہ وہ سب کچھ (ان کے صحیفہ اعمال میں) لکھ رہا ہے۔ آپ ان کی طرف توجہ نہ کریں۔ اور اللہ پر توکل و بھروسا کریں، کارسازی کے لیے اللہ کافی ہے۔ (۸۱) آخر یہ لوگ قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے۔ اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔ (۸۲)

تفسیر الآیات

وَ یَقُوۡلُوۡنَ طَاعَۃٌ ...... الآیۃ

وہ اپنی زبان سے تو اطاعت و فرمانبرداری کی لفظ کہتے ہیں۔ مگر آپ کے پاس سے باہر نکل کر ان کا ایک گروہ آپ کی باتوں کے خلاف اپنے ظاہری قول و قرار کے خلاف مشورے کرتا ہے۔ خداوند عالم اس آیت مبارکہ میں ان دوغلی پالیسی رکھنے والے منافقوں اور ضعیف الایمان لوگوں کا ایک بار پھر تذکرہ کر رہا ہے، جو کہتے اور تھے اور کرتے اور تھے۔ زبان سے فرمانبرداری کا اقرار کرتے تھے اور عمل سے خلوت میں بیٹھ کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازشوں کے جال بچھاتے تھے۔ مگر بموجب: ع

"چاہ کن را چاہ در پیش"

یعنی: ع

"الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا"

انھوں نے صرف رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ان کو ناکام کرنے کے لیے سازشوں کا جو تانا بانا بنا تھا، خدائے جبار و قہار نے نہ صرف یہ کہ اس سے اپنے رسولؐ کی حفاظت فرمائی، بلکہ وہ منصوبہ خود ان لوگوں کی تباہی اور رسوائی کا موجب بن گیا۔ اس لیے خالق مہربان اپنے حبیبؐ سے فرما رہا ہے کہ ان کی طرف کوئی توجہ نہ کریں اور اللہ پر اعتماد و بھروسا کریں اور ان کی کوئی پروا نہ کریں اور اسی کے بھروسے پر اپنا کام جاری رکھیں۔

کیوں کہ وہ کارسازی کے لیے کافی ہے، اور ایک رہبرو رہنما کو دشوار گزار وادیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ خدائے حکیم نے اپنے حبیب مکرم کو ان سے روگردانی کا حکم دیا ہے تو ہم بھی اس قصہ کو نہیں کریدتے کہ خدائے جبار نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اللہ تعالیٰ ان کی ان سب باتوں کو ان کے صحیفۂ اعمال میں ثبت کر رہا ہے اور اس کے مطابق تو جزا و سزا دے گا۔

تنبیہ:

کیا ان حقائق کی روشنی میں یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے: "الصحابة کلهم عدول" (کہ سب صحابہ عادل تھے) اور یہ کہ شرفِ صُحبت ہر صحابی کو ہر قسم کی خطا و لغزش سے محفوظ کر دیتا ہے؟ (تفسیر کاشف)

ولنعم ماقیل؟

ہر کہ روائے بہبود نداشت

دیدن روئے نبیؐ سود نداشت

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ...... الاٰیة

منافقوں اور ضعیف الایمان مُسلمانوں کی ان ناشائستہ حرکتوں کی وجہ یہ تھی کہ انھیں خدا کے خدائے برحق ہونے، رسولؐ کے برحق رسول ہونے اور قیامت کے برحق ہونے میں شک تھا۔ اور تمام باتوں کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ انھیں قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے میں شک تھا۔ اور یہ یقین نہیں تھا کہ آپؐ جو کچھ کہتے ہیں، وہ وحی الٰہی کے تحت کہتے ہیں اور یہ کہ ان کا براہِ راست خدا سے ربط و ضبط ہے اور ان پر جو آیات نازل ہو رہی ہیں وہ خدا ہی کی جانب سے ہیں۔ اس لیے خدائے علیم و حکیم ان کی لعنت ملامت کرنے کے بعد فرما رہا ہے کہ اگر وہ قرآن کے مطالب و معانی اور اسرار و رموز میں غور و فکر کرتے تو ان پر یہ حقیقت واضح و عیاں ہو جاتی کہ قرآن ملکِ دو جہان کا ہی کلام مُعجز نظام ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ باوجود ۲۳ سال کی طویل مدت میں اور وہ بھی مختلف حالات، مختلف مقامات اور مختلف عناوین و مضامین کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ ان حالات کا طبعی تقاضا تو یہ تھا کہ اس کے بعض مطالب و مضامین اور بعض اجزاء میں باہمی اختلاف و تضاد ہوتا۔ مگر اس کے برعکس اس کتاب میں باہمی ربط و ارتباط پایا جاتا ہے۔ ایسی دل نشین ہمرنگی، یکرنگی اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے کہ کہیں باہمی تضاد کا نام نہیں ہے اور اختلاف کا کہیں نشان نہیں ہے اور پھر نہ الفاظ و عبارات کی فصاحت میں کوئی خلل اور نہ معانی و مطالب کی بلاغت میں کوئی ذلل ہے۔ اس سے بڑھ کر قرآن کے خالق دو جہاں کے کلام مُعجز نظام ہونے کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ اور اس مطلب پر اس سے بڑا کیا عقلی برہان ہو سکتا ہے؟

ایضاح:

مخفی نہ رہے کہ خداوند کریم کا لوگوں کو قرآن میں تدبر و تفکر اور غور و فکر کی دعوت دینا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن قابل فہم ہے۔ کوئی مُعمہ نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے متشابہات کی حقیقی تاویل خدا اور سرکار محمدؐ و آلِ محمدؑ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

"و مایعلم تاویله الا اللہ و الراسخون فی العلم"

باب الحدیث

پڑوسیوں کے حقوق کا بیان

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

(۱) حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، فرمایا: جبرئیل امینؑ نے بار بار ہمسایہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تاکید کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اسے میرا وارث قرار دیں گے، اور مسواک کرنے کی اس قدر تاکید کی میں نے خیال کیا کہ مسواک کرتے کرتے میرے دانت گر جائیں گے، اور غلام کے بارے میں اس قدر وصیت کی کہ میں نے خیال کیا کہ اس کی آزادی کی مدت مقرر کر دیں گے جس کے بعد وہ خود بخود آزاد ہو جائے گا۔ (اصول کافی)

(۲) دوسری حدیث میں اس کے ساتھ یہ تتمہ بھی مذکور ہے کہ بیوی کے بارے میں اس قدر وصیت کی کہ میں نے خیال کیا کہ اس کو طلاق دینی ناجائز ہو گی۔ (اصول کافی)

(۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: ہمسایوں سے اچھا سلوک کرنا روزی کو بڑھاتا ہے۔ (اصول کافی)

(۴) نیز انہی جناب سے مروی ہے، فرمایا: پڑوسیوں کے اچھا سلوک کرنا رزق کو بڑھاتا ہے اور شہروں کو آباد کرتا ہے۔ (اصول کافی)

(۵) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہمسایہ سے اچھائی کرنا صرف اس کو اذیت پہنچانا نہیں ہے بلکہ اس کی ایذا رسانی پر صبر کرنا ہے۔ (اصول کافی)

(۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: جو شخص اپنے پڑوسیوں سے اچھا برتاؤ نہ برتے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (اصول کافی)

(۷) نیز انہی جناب سے مروی ہے، فرمایا: مومن وہ ہے جس کے ظلم سے اس کا ہمسایہ محفوظ ہو۔ (اصول کافی)

(۸) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لاتا جو پیٹ بھر کر رات بسر کرے، جبکہ اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ (اصول کافی)

مخفی نہ رہے کہ جہاں آدمی مقیم ہو اس کے چاروں طرف چالیس چالیس گھروں تک پڑوسی ہوتے ہیں۔ وفیما ذکرناہ کفایۃ لمن لہ درایۃ

سائل: بہاء اللہ مُقدّس

سوال نمبر ۶۷۲: شہادت ثالثہ در اذان:

باب الکلام فی حال الاقامۃ ۱۶۴

اخبرنی الشیخ رحمہ اللہ عن احمد بن محمد عن ابیہ عن الحسین بن الحسن بن ابان عن الحسین بن سعید عن فضالۃ عن الحسین بن عثمان عن عمرو بن ابی نصر قال

الاستبصار جلد ا صفحہ ۳۰۱

قلت لابی عبداللہ یتکلم الرجل فی الاذان قال لا باس، قلت فی الاقامۃ قال لا!

ابوداوٗد عن الحسین بن سعید عن فضالۃ عن الحسین بن عثمان عن عمرو بن ابی نصر قال قلت لابی عبداللہ علیہ السلام ایتکلم الرجل فی الاذان قال لا باس قلت فی الاقامۃ قال لا!

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا یہ درست ہے کہ کوئی شخص اذان میں کلام کرے۔ امام نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، پھر پوچھا کہ اقامت میں تو امام نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز یہ روایت کافی کتابوں میں مل جائے گی، جیسے استبصار، تہذیب الاحکام، کافی، وسائل الشیعہ وغیرہ، اور سند بھی صحیح ملے گی۔

سوال کرنے والے نے یہ سوال کیا ہے کہ اگر اذان اور اقامت میں درمیان گفتگو کرنا جائز ہے اور اس سے اذان باطل بھی نہیں ہوتی، تو پھر اذان کے اندر جزء ایمان سمجھ کر علی الاطلاق شہادت ثالثہ کی گواہی دینے سے اذان کیونکر باطل ہو سکتی ہے؟ جبکہ اصل اور اطلاق اس کو ثابت کرتا ہے۔ نیز ہمیں مفصل اور مُستدل اور وضاحت کے ساتھ جواب کی ضرورت ہے۔

الجواب: باسمہٖ سبحانہ! نماز اور اذان میں جو بنیادی فرق ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حالتِ نماز میں عمداً عام کلام کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جو لوگ اذان و اقامت میں شہادت ثالثہ پڑھتے ہیں تو کیا وہ عام کلام سمجھ کر پڑھتے ہیں؟ یا عبادت اور اذان و اقامت کا اہم جزء اور حصّہ سمجھ کر؟ جب باتفاقِ علماء و فقہاء شیعہ جو اذان اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی اور پیغمبر اسلام تک پہنچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو تعلیم فرمائی اور آنجنابؑ نے بلال محمدی کو تلقین فرمائی اور انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری لمحاتِ حیات تک مسجد نبویؐ میں دی اور پھر حضرت امیر علیہ السلام سے لے کر حضرت امام زمانہؑ کی غیبتِ کبریٰ تک ہر ہر امامؑ نے دی اور دلوائی، وہ اٹھارہ فصول پر مشتمل ہے اور

اس میں شہادتِ ثالثہ شامل نہیں ہے۔ تو لوگوں کو دین میں مداخلت کرنے اور اس میں کمی و بیشی کرنے کی اجازت کس نے دی ہے؟ "اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون"۔ ع

بس اِک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

سائل: ہیثم رضا۔

سوال نمبر ۶۷۳: علی وارث کہنا

لوگ جو کہتے ہیں "مولا علیؑ وارث" اس کے معنی کیا ہیں اور اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟

الجواب: باسمہٖ سبحانہ! وارث کے حقیقی معنوں کے لحاظ سے تو ہر شے کا وارث اللہ تعالیٰ ہے کہ جب قیامتِ کبریٰ واقع ہوگی اور ہر چیز فنا کے گھاٹ اتر جائے گی اور نہ کوئی مورث رہے گا اور نہ وارث بلکہ "کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربك ذو الجلال و الاکرام" کا منظر ہوگا ...... مگر کچھ لوگ خوش عقیدتی کے جذبہ سے سرشار ہو کر کہہ دیتے ہیں "علیؑ وارث" جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: "ان الارض لِلّٰہِ یرثہا عبادی الصالحون"۔ (القرآن) یعنی زمین اللہ تعالیٰ کی ہے۔ مگر اس کے وارث اللہ تعالیٰ کے نیکوکار بندے ہوتے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام صرف اللہ تعالیٰ کے نیکوکار بندے ہی نہیں بلکہ امام الابرار بھی ہیں۔ والحمد للہ

سائل: میرداد الحسن بھٹہ

سوال نمبر ۶۷۵: کیا سُر لگانا حرام ہے؟

آپ نے پچھلے دنوں رجوعہ میں مجلس پڑھی تھی۔ آپ نے کہا تھا کہ سر لگانا شرعی لحاظ سے گناہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ آپ نے خطبہ سر میں کیوں پڑھا؟

الجواب: باسمہٖ سبحانہ! "سُر" جسے عربی میں غنا، فارسی میں سرود، اور ہندی میں گانا کہا جاتا ہے، وہ اسلام میں حرام ہے۔ عام اس سے کہ کسی غزل میں ہو یا قرآن واذان میں، نعتِ نبیؐ میں ہو یا قصیدۂ امامؑ میں ...... آپ کا یہ کہنا کہ "میں نے خطبہ سر میں کیوں پڑھا؟" ہو سکتا ہے کہ آپ نے عالم خواب میں مجھے سر سے خطبہ پڑھتے ہوئے سنا ہو۔ ورنہ میرے لاکھوں سننے والے لوگ گواہ ہیں کہ میں نے سر میں نہ کبھی خطبہ پڑھا ہے اور نہ مصائب۔ واللہ علی ما اقول وکیل۔

سائل: سید حسن مصطفیٰ

سوال نمبر ۶۷۶: آیت اللہ خامنہ ای بطور ولی فقیہ

❶ کیا آپ آیت اللہ خامنہ ای کو ولی فقیہ جو انصاف اور بجا طور پر منتخب کیا جاتا ہے کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں؟ آپ کے نزدیک ولایت فقیہ کا کیا تصور ہے؟

❷ کیا آپ آیت اللہ خامنہ ای کو بطور مجتہد شمار کرتے ہیں کہ جس کے پاس مذہبی فتوے جاری کرنے کی صلاحیت ہو اور کیا ان کی تقلید کی اجازت ہے؟

الجواب: باسمہٖ سبحانہ! سرکار آقائے خامنہ مدظلہ العالی کا علمی و عملی مقام اس سے بہت بلند و بالا ہے کہ میں ان کی تصدیق و تائید کروں۔ ع

حاجتِ مشاطہ نیست رُوئے دِلِ آرام را

ویسے اصطلاح میں ولی فقیہ کا مفہوم یہ ہے کہ امام زمانہؑ کی غیبتِ کبریٰ کے دوران دینی و علمی مسائل میں جس کی طرف رجوع کیا جائے اور وہ نیابت امامؑ میں

باقی صفحہ ۳۸ پر

شمارہ ہذا جمادی الاخریٰ کا شمارہ ہے۔ اس مہینہ کی بیس تاریخ کو شہزادی کونین معصومہ کبریٰ، مخدومہ علیا انسیۃ الحورا، سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء صلوات اللہ و سلامہ علیہا کی ولادت باسعادت اور اسی مہینہ کی تیسری تاریخ کو آپ کی وفات حسرت آیات واقع ہوئی ہے۔ لہٰذا یہ مہینہ جناب سیدہ سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ اور سادات و مومنین کا ایمانی فریضہ ہے کہ وہ سیدہ طاہرہؑ کی ولادت و وفات کے حالات اور آپ کے فضائل و مناقب اور محامد و مکارم اخلاق کا مطالعہ کریں تاکہ ہمارے دلوں میں ان اوصاف کی عظمت پیدا ہو، اور ہم ان کی پیروی و متابعت کی کوشش کریں۔ آپ کا اسم مبارک جناب فاطمہ بکنیت سیدہ ام الائمہ، ام الحسنین، ام السبطین وغیرہ اور آپ کے القابِ مطہرہ زہراء، بتول، خیرالنساء، صدیقہ، محدثہ، سیدہ، طاہرہ، معصومہ، الراضیہ، مرضیہ وغیرہ ہیں۔ آپ جناب رسولِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب اکلوتی بیٹی ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بن اسد ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال بعد یعنی سال بعثت سنہ ۵ عام الفیل ۶۱۵ء، ۲۰ جمادی الثانی بروز جمعۃ المبارک مکہ معظمہ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، اور اسی مہینہ کی تیسری تاریخ ۱۱ھ ہجری (۶۳۲ء) بروز دوشنبہ مدینہ منورہ میں آپ کی وفات حسرت آیات واقع ہوئی۔

ولادت جناب سیدہؑ

علامہ ابن بابویہ نے امالی میں حضرت مفضل بن عمر سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے مصحف ناطق امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی: مولا! جناب فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت کا حال بیان فرمائیں۔ امامؑ نے فرمایا: اے مفضل جب جناب رسولِ خداؐ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ سے عقد کیا، اس وقت مکہ کی تمام عورتوں نے جنابِ خدیجہؑ سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ بدیں وجہ آپ پریشانی و تنہائی محسوس کرنے لگیں۔ جب آپ حاملہ ہوئیں تو جناب سیدہؑ اپنی ماں کے بطن سے باتیں کیا کرتی تھیں۔ جس سے جناب خدیجہ کو تسکین ہوتی تھی، اور دل بہلتا تھا۔ لیکن آپ اس امر کو رسولِ خداؐ سے چھپاتی تھیں۔ ایک روز پیغمبر خداؐ نے سُن لیا۔ پوچھا اے خدیجہؑ! ابھی تم کس سے باتیں کر رہی تھیں؟ کہنے لگیں: یارسول اللہ! یہ بچہ جو میرے پیٹ میں ہے، ہر روز مجھ سے باتیں کیا کرتا ہے، اور تنہائی میں میرا مونس ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے خدیجہؑ! ابھی جبریل امینؑ میرے پاس آئے تھے، وہ بتا گئے ہیں کہ تمھارے بطن میں لڑکی ہے اور وہ طاہر و مطہر اور صاحب برکت و رحمت ہے اور میری نسل اسی لڑکی سے دنیا میں باقی رہے گی۔ جب ولادت کا زمانہ آیا تو جنابِ خدیجہؑ نے قریش کی عورتوں کو بلا بھیجا۔ مگر اس نازک وقت میں کوئی بھی نہ آئی۔ جناب خدیجہؑ نہایت مغموم و متفکرؑ بیٹھی ہوئی تھیں کہ اتنے میں چار عورتیں داخل ہوئیں۔ حضرت خدیجہؑ ڈر گئیں۔ انھوں نے کہا: ڈرو نہیں، ہم کو خدا نے تمھاری مدد و اعانت کے لیے بھیجا ہے۔ میں سارہؑ ہوں، یہ آسیہؑ ہیں، یہ مریمؑ مادر جناب عیسٰیؑ ہیں اور یہ خواہر حضرت موسٰیؑ ہیں۔ چاروں مخدرات عصمت جناب خدیجہؑ کی خدمت میں مصروف ہوگئیں۔ جب جناب سیدہؑ پیدا ہوئیں، اس وقت ایسا نور ساطع ہوا جس سے مکہ معظمہ کا ہر مکان روشن ہوگیا۔ اس کے بعد دس بہشتی حوریں ہاتھ میں طشت و آفتابہ آبِ کوثر سے بھرا ہوا لے کر حاضر ہوئیں۔ ایک بی بی نے آبِ کوثر سے جناب سیدہؑ کو غسل دیا اور دو پارچہ سفید بہشتی میں آپ کو لپیٹا۔ پھر جناب سیدہؑ سے کہا: اے معصومہ کچھ کلام کرو۔ سیدہؑ نے فرمایا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اَنَّ بَعْلِیْ عَلِیًّا سَیِّدُ الْاَوْصِیَآءِ وَ وُلْدِیْ سَادَةُ الْاَسْبَاطِ

میں اس کی شہادت دیتی ہوں کہ سوائے خدائے معبود برحق کے اور کوئی لائق عبادت نہیں اور میرے پدر بزرگوار حضرت محمد مصطفٰے رسولِ خدا ہیں اور میرے شوہر علی مرتضٰیؑ تمام اوصیاء کے سردار ہیں اور میرے فرزند جوانانِ اہل بیتؑ کے سردار ہیں۔

بعد ازاں جناب سیدہؑ نے ان چاروں خاتونوں کو نام بنام سلام کیا۔ ہر ایک بی بی نے اظہارِ مسرت کیا اور حوروں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی اور ملائکہ میں بھی مبارکباد کا شور بلند ہوا۔

اللھم صل علی محمد و آلِ محمد

وجہ تسمیہ فاطمہ زہراءؑ

جناب سیدہؑ کا اسم مبارک "فاطمہ" خدا کی جانب سے تجویز کیا گیا جو "فاطر السموات والارض" سے مشتق ہے۔ حدیث میں ہے کہ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: یاابن رسول اللہ! جناب سیدہ کو فاطمہ کیوں کہتے ہیں۔ فرمایا اس لیے کہ "فطام" کے معنی چھڑانے کے ہیں۔ اور وہ معصومہؑ اپنے شیعوں و محبوں کو آتش جہنم سے چھڑائیں گی۔ اس سبب سے آپ کا نام فاطمہ ہوا۔ اسی طرح زہراء کے متعلق جناب صادق آلِ محمدؑ سے پوچھا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جناب سیدہ کو زہراء اس لیے کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے اس معصومہ کو اپنے نور سے خلق فرمایا ہے۔

فضیلت و عظمت جناب سیدہؑ

آپ کے فضائل و مناقب کا شمار و احصاء از قبیل ناممکنات ہے۔ متفق علیہ حدیث ہے کہ رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا: "فاطمة بضعة منی" یعنی "فاطمہ میرا ٹکڑا ہے"۔ اس حدیث سے منشاء رسولؐ یہ ہے کہ جناب فاطمہ زہراءؑ رسولِ خدا کے جمیع کمالات و خصوصیات نبوت و

رسالت میں شریک و حصہ دار ہے۔ اگر محمد مصطفےٰ رسول ہیں تو جناب سیدہ رسالت کا ٹکڑا ہیں۔ اگر آنحضرت معصوم ہیں تو معصومہ عصمت کا ٹکڑا ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ جناب سیدہ رسولِ خداؐ کے تمام اوصاف و کمالات میں شریک ہیں۔ دیگر الفاظ میں جناب سیدہؑ باعث تکمیل کارِ رسالت ہیں۔ مردوں کے لیے رسولِ خداؐ ہر لحاظ و ہر پہلو سے کامل نمونہ ہیں، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب:۲۱)

یعنی رسولِ خداؐ کی ذات بابرکات مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ کاملہ ہیں۔ عورتوں کے لیے نمونۂ عمل رسولِ خدا نہیں بن سکتے۔ لازماً کوئی مخدرہ عصمت و طہارت ہونی چاہیے اور وہ مخدومہ کونین جناب فاطمہ زہراءؑ ہیں، جن کا ہر قول و فعل مسلمان عورتوں، لڑکیوں کے لیے بہترین نمونہ اور تشکیل سیرت کے لیے اسوۂ کاملہ ہے۔ ہماری عورتیں آپ کے پاکیزہ کردار پر عمل کر کے بہترین مائیں بن سکتی ہیں۔ ہماری بیویاں جناب سیدہ کی ازدواجی زندگی کی روشنی میں اپنے ازدواجی تعلقات کو بہترین و خوشگوار بنا سکتی ہیں اور ہماری بیٹیاں معصومہ عالمؑ کے حالات بچپن کو پیش نگہ رکھ کر قابل فخر و ناز بیٹیاں ثابت ہو سکتی ہیں۔ علامہ ڈاکٹر اقبال طاب ثراہ نے کیا خوب فرمایا ہے: ؎

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول
نوری و ہم آتشی فرمانبرش
گم رضائش در رضائے شوہرش

اس سے بڑھ کر فضیلت جناب سیدہؑ کی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس وقت جناب سیدہؑ اپنے پدر بزرگوار کی خدمتِ اقدس میں تشریف لے جاتی تھیں تو سرورِ کائنات جناب رسولِ خداؐ بہ نفس نفیس سرو قد کھڑے ہو کر اپنی محبوب و اکلوتی بیٹی کی تعظیم کرتے تھے۔ ؎

جس دم گئیں رسولؐ کی تسلیم کے لیے
پیغمبر اٹھ کھڑے ہوئے تعظیم کے لیے

اس غیر معمولی برتاؤ سے رسولؐ کا مقصد یہ تھا کہ امت کو ان کی یاد رہے اور مسلمان اس سنتِ رسولؐ کی تاسّی و پیروی میں جناب سیدہؑ کے عظمت و جلال کا خیال رکھیں۔ اگرچہ جناب مریمؑ معصومہ و طاہرہ اور منتخبۂ نساءِ عالمین تھیں اور فضیلتیں آپؑ کو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اولی العزم پیغمبر کی مادر گرامی کا شرف حاصل ہونے کی جہت سے حاصل تھیں۔ لیکن کیا کہنا فضیلت و عظمتِ جناب فاطمہ زہراءؑ کا کہ آپ سردارِ انبیاء و مرسلین کی بیٹی اور سردارِ اوصیاء و اولیا کی زوجہ محترمہ اور سردارانِ جوانانِ بہشت کی مادر گرامی ہیں۔ اس مضمون کو مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ بہترین انداز میں بیان فرماتے ہیں: ؎

مریمؑ از یک نسبت عیسٰیؑ عزیز
از سہ نسبت حضرتِ زہراءؑ عزیز
نورِ چشم رحمۃ للعالمینؐ
آں امامِ اولین و آخرین
بانوئے آں تاجدارِ ہل اتیٰ
مرتضیٰؑ مشکل کشا، شیر خدا

باقی صفحہ ۳۹ پر

ملک الطاف حسین دھولر تلہ گنگ ضلع چکوال

ہم قبل ازیں عرض کر آئے ہیں کہ "نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری" میں رقم حقائق سے خرافاتی جوگیوں اور بدعتی سنیاسیوں کی دل کی دھڑکنیں تیز اور نبضیں رکنے لگ گئیں۔ ان ہی بے ربط دھڑکنوں اور اکھڑی سانسوں کو اعتدال پر رکھنے کی غرض سے صاحبِ رسالہ نے تصنیفی ٹھرک جھاڑنے اور پھوکی بڑھک مارنے کا پروگرام بنا کر ایسی تصنیف کا نامناسب لباس زیب تن فرمانے کا شوق فرمایا جوان کے جاہلانہ وجود پر کسی طرح سجا ہی نہیں۔

رسالہ کے مندرجات شوقین مطالعہ بزرگوں کے لیے ایک انمول تحفہ ہے جسے پڑھ کر انھیں اپنی بچپن یاد آجائے گا۔ جیسے پرائمری پاس بچے خط لکھا کرتے تھے کہ: "پیارے والد صاحب! آپ کا خط ملا، یہاں خیریت، وہاں خیریت، گائے ہوئی، جس کا وچھا ہے، رنگ کالا اور پوچھل چٹا ہے، فصل بوٹا اچھا ہے، ماما بیمار ہے، سخت بخار ہے"۔ وغیرہ وغیرہ۔

مناسب تو یہ تھا کہ ہماری طرف سے کربلائی سوداگروں پر جو فردِ جرم عائد کی گئی، اس کا کوئی مدلل جواب دیتے، لیکن دینے کی بجائے جواب لینے پر تل گئے اور اپنے علمی راگوں اور دھنوں کو موبائل فون پر نشر کرنا شروع کر دیا، کسی ایک موحد سے پوچھا کہ آپ کا مُجتہد کون ہے؟ دوسرے سے کہا کہ خمس کے دو برابر حصوں کی تقسیم شرعی طور پر ثابت نہیں۔ تیسرے کو کہا کہ پمفلٹ کیوں تقسیم کیے۔ ایسی ہی بے مقصد و لایعنی باتیں کہ فلاں سے ایس ایم ایس کے ذریعے پوچھا، فلاں نے یہ کہا وہ کہا۔ فلاں کے مُرشد اور ہے، مُجتہد اور ہے۔ آپ میں اخلاقی جرأت نہیں۔ موبائل نمبر لکھے ہیں۔ جواب دیتے ہیں نہیں دیتے۔

محترم قارئین!

یہ ہے موصوف کا اندازِ تحریر اور آوازِ ضمیر اور لکھنے بیٹھ گئے ہیں تقلید اور اجتہاد جیسے اہم مسائل پر جو پتھروں کی سمجھ میں آنے والے ہی نہیں۔

رضوی صاحب نے تصنیف و تالیف کی نگری میں نقب زنی کر کے جو مواد اپنے رسالے میں پیش کر کے سادہ لوح مومنین کو مغالطے میں ڈالنے کی کوشش کی ہے ہم اس مغالطے کا باضابطہ غسل و کفن کر کے سپردِ خاک کر دیں گے۔ انشاء اللہ

موصوف نے مُجتہدین عظام پر بے جا کیچڑ اچھالنے میں ایک بے ہودہ کتاب سے مدد لی ہے۔ جس کے چند صفحات ہو بہو نقل کر کے مُصنّف بننے کا ادھورا

خواب دیکھا ہے۔ لطف کی بات کہ جو کچھ انھوں نے نقل کیا ہے، اس کے مطالب وہ خود بھی نہیں سمجھتے، بلکہ ہم دعویٰ کی حد تک کہتے ہیں کہ اجتہاد کے خلاف نقل کردہ مواد موصوف نے خود تلاش نہیں کیا بلکہ ان کتابوں کو دیکھا تک نہیں۔ کیونکہ ان کی علمی اوقات نظر نہیں آرہی۔ اگر مطلب سمجھتے تو نقل ہی نہ کرتے۔

معصومؑ فرماتے ہیں کہ: "لوگوں کے ساتھ ان کی عقل کے مطابق گفتگو کرو"۔ اس فرمان کی روشنی میں مُصنّف اوران کے ہم نوا لوپٹوں اور ہم رنگ پتنگوں کے مزاج کے عین مطابق اندازِ گفتگو اپنا کر مقصد کی طرف رجوع کرتے ہوئے عرض گزار ہیں کہ نہایت سادہ اور آسان لفظوں میں تقلید کا عام فہم معنی یہ ہے کہ جو نہیں جانتا وہ کسی جاننے والے (فقیہ) سے پوچھ کر اسے صحیح جان کر مکمل اعتماد کے ساتھ عمل بجالائے تو اس بجا آوری کو تقلید کہتے ہیں۔

مزید وضاحت کے لیے یوں سمجھاتے ہیں کہ سوائے کامل انسانوں کے ہر انسان شکم مادر سے علم و حکمت سے عاری اور کمال و ہنر سے خالی تشریف لاتا ہے۔ یعنی مکمل بے خبر اور مُطلقاً جاہل پیدا ہوتا ہے، اسے یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے ماں باپ کون ہیں، بہن بھائی سے نا آشنا، دادا دادی اور نانا نانی سے ناواقف۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد اپنے قریبی رشتہ داروں اور معاشرے کے دیگر لوگ اسے بتاتے ہین کہ یہ تمھاری ماں ہے، یہ باپ ہے، یہ بھائی اور بہن ہے۔ مزید وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ جان لیتا ہے کہ کچھ اور رشتے بھی ہیں، جسے بیوی صاحبہ کہتے ہیں۔ ایک خاوند مسکین ہوتا ہے اور صاحب دبدبہ سسرال بھی ہیں، خالہ، چچا، ماموں اور چند دیگر رشتوں سے بھی واقفیت حاصل کرلیتا ہے۔

تمام رشتوں ناطوں سے نا آشنا ایک جاہل انسان جسے لوگوں نے پہچان کروائی، جن میں کوئی عالم فاضل بھی نہ تھا، الف ب تک نہ جاننے والے ان پڑھوں کی باتیں سننے کے بعد انھیں صحیح و درست مان کر اس قابل ہوگیا، اسے اپنے پرائے کی تمیز ہوگئی۔ حالانکہ جب وہ بن رہا تھا یا بنایا جا رہا تھا اسے کوئی خبر نہ تھی کہ بنانے والا اپنا ہے یا کسی پرائے کی کاری گری ہے۔ رات کے اندھیرے میں بنایا، دن کی روشنی میں، ایام طہارت میں یا نجاست کی ساعتوں میں۔ عزیز و اقارب اور دیگر لوگ جو کہ دوسرے حوالے سے جاہل لیکن ان رشتوں کا علم رکھنے والے اگر اسے آگاہ نہ کرتے تو محترم رضوی صاحب بتایا جائے کہ کیا کوئی متبادل ذریعہ اسے میسر تھا کہ وہ اپنے ماں باپ اور بہن بھائی کی پہچان کرسکتا یا دیگر باتوں سے باخبر ہوتا؟

تجربتاً کسی نولود کی کسی ایسے ماحول میں پرورش کی جائے کہ اسے یہ معلومات فراہم نہ کی جائیں تو سو سالہ زندگی گزارنے کے بعد بھی وہ ان معلومات سے لاعلم رہے گا۔ اس بیان سے واضح و آشکار ہوجاتا ہے کہ ایک عام انسان اتنا لاچار و مجبور ہے کہ اگر کوئی دوسرا جاننے والا اسے نہ بتائے تو یہ مجبور محض انسان بہن اور بیوی کے درمیان تمیز کرنے سے بھی قاصر ہے۔ اس تمیز کے لیے اسے چند دوسرے لوگ جنھیں ان رشتوں کا علم

ہے ان کی رہبری و راہنمائی درکار ہے۔

محترم رضوی صاحب! آپ بھی ایک ایسے انسان ہیں جو پیدا ہوئے، نازل نہیں ہوئے، ایک ایسا وقت آپ پر بھی گزر چکا ہے کہ آپ جاہل تھے (جس میں اب تک کوئی خاص فرق نہیں پڑا) آپ کو کوئی خبر نہ تھی کہ ان رشتوں کی تمیز کیسے کی جائے، جبکہ ان رشتوں واسطوں کو جاننے والے چند لوگوں کے بتانے سے آپ کی مُشکل کشائی ہوئی۔ اب ذرا آپ اپنی اس مجبوری اور معذوری کو پیشِ نظر رکھ کے انصاف سے فیصلہ کریں کہ آپ نے دین اسلام اور شرع محمدی کو کیوں اتنا ہلکا پھلکا بے وزن سمجھ لیا ہے کہ آپ بلا سوچے سمجھے علماء و فقہاء کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے ہیں کہ آپ کے انگ انگ سے تقلید و اجتہاد اور علماء وفقہا کی دشمنی ٹپک رہی ہے۔ ذرا اتنا بتا دیں کہ دین بتانے والوں کے بغیر کوئی ایسا ہے جو دین سے واقفیت حاصل کر سکے؟

علماء و فقہاء پر غیر ضروری تنقید اور ان کے فتاویٰ میں کیڑے نکالنے والے چھوٹے اور بڑے افراد کو ان کی ماؤں کے دودھ کا واسطہ دے کر پوچھنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے قرآن اور چہاردہ معصومینؑ کا خزینہ فرمان جو آج تک بحفاظت ہم تک پہنچا ہے اس کے یہاں تک پہنچنے کا ذریعہ کون سا ہے؟ کیا ان نقادوں بے سوادوں پر وحی نازل ہوئی، الہام ہوا، خواب میں علم پڑھا دیا گیا ہو یا وہ علم لدنی کے مالک ہیں کہ پیدا ہی عالم ہوتے ہیں؟ یہ تمام صورتیں بے صورت ہیں، ایسا نہ پہلے ہوا نہ آئندہ ہوگا۔

یاد رکھیں جن کو بقدر ضرورت علم خلقت کے ساتھ عطا ہوتا ہے وہ منتخبانِ خدا ہستیاں کچھ اور طرح کی ہوتی ہیں۔ علماء وفقہاء کو گالیاں بکنے والے اس عنایت سے محروم لوگ ہیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ایسے گستاخوں کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ علم قرآن وفرمان علماء و فقہاء ہی کے ذریعے پندرھویں صدی تک پہنچا ہے جو طلوع صبح قیامت تک پہنچتا رہے گا۔ ان شاء اللہ

اجتہاد کی مخالفت و عداوت میں اپنے علمی کمالات کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے کہ الطاف ڈھولر صاحب اگر ہم اجتہاد پر نظر دوڑائیں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟

محترم رضوی صاحب! آپ گمراہی و کوراہی کے جنگل کے بے تاج بادشاہ اور نظام خانقاہی کے رواجی شہنشاہ ہیں، چاہے انڈے دیں یا بچے۔ ہم کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے۔ مگر بطور مشورہ عرض ہے کہ آپ کی بینائی پہلے ہی کمزور ہے، لہٰذا بہتر ہے کہ نظر دوڑانے کی بجائے قیاس کے گھوڑے دوڑا کر معمولی تبدیلی کے ساتھ اس اقبال شعر کے مصداق بنیں: ؎

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

مخالفتِ اجتہاد کی وجوہات

قبل اس کے کہ ہم مصنّف کی تحریر کا جواب دیں، مناسب جانتے ہیں کہ اس بے بنیاد مخالفت کی مختصر طور پر وہ وجوہات بیان کریں جن کی پیشِ نظر مخالفت

کرنے والے علماء وفقہاء سے فیض یاب ہونے کے باوجود نمک حرامی ہونے کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

اس حقیقت سے اہل خبر باخبر ہیں کہ عالم کفر عالمی سطح پر عالم اسلام کو زیر وزبر کرنے کے ناپاک ارادے رکھتا ہے۔ دین حق کو اپنے لیے خطرہ قرار دے چکے ہیں، اسلام کے لبادے میں ایک نقلی اسلام اپنے مخصوص کارندوں کی وساطت سے پیش کیا جا رہا ہے۔ جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہیں۔ عالم اسلام کی موجودہ ذلت و رسوائی اسی وجہ سے ہے، جو بے شعوروں اور بے ہوشوں کو نظر نہیں آ رہی۔

یہ بھی ایک مُسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا کے اسلام [illegible] خطرات کو بھانپتے ہوئے تحفظ دین کی خاطر [illegible] بلند کیا ہے۔ تشیع کے خلاف جو کچھ ہو رہا ہے یا خطرناک منصوبے بنائے جا رہے ہیں وہ اسی حق [illegible] اور حق عمل کا رد عمل ہیں۔ اہل خبر اس گمبھیر صورت حال کی مسلسل نشان دہی فرما رہے ہیں۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ رضوی صاحب جیسے افراد [illegible] بہرے گونگے، وہ خود ان شیطانی منصوبوں کی خبر نہیں رکھتے۔ کیونکہ ان کے سامنے ڈالروں اور ریالوں کی دیوار حائل ہے۔

عالم کفر کے اہل حل وعقد بڑی گہری سوچ بچار کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ اسلام کا دفاع کرنے والی حقیقی طاقت کا نام تشیع ہے۔ لہٰذا انھوں نے مکتب تشیع کو تہ و بالا اور اس کا روشن چہرہ مسخ کرنے کے ناپاک و نامراد منصوبے بنانے سے پہلے یہ دیکھا کہ وہ کون سے عناصر وعوامل ہیں جو اس مکتب کی طاقت وقوت بنیاد اور دائمی بقا کا سبب ہیں۔ عالم کفر کے صاحبانِ دماغ شیعیت کا گہرا مطالعہ اور بغور مشاہدہ کرنے کے بعد یہ کھوج لگانے میں کامیاب ہو گئے کہ مرجعیت اور عزاداری دو ایسے مضبوط پائیدار اور شاندار ستون ہیں جن پر اس مکتب کی عظیم الشان بلند و بالا عمارت اپنا وجود برقرار رکھے ہوئے ہے۔ لہٰذا انھوں نے انھیں کمزور وناتواں کرنے کے لیے اپنی پوری توجہ مرکوز اور ساری توانائیاں صرف کرنی شروع کر دیں۔

مدمقابل کی طاقت کو کمزور اور بے ہمت بنانے کی ترکیبوں اور تدبیروں میں آسان ترین حربہ اور موثر ترین نسخہ یہ ہے کہ اس کی صفوں میں سے چند بکاؤ مال نفسکوں اور مادہ پرست تنگوں کو اپنا ہمنوا بنا کر ان کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اپنے مطلوبہ مقاصد کی تکمیل کے لیے ان کی غدارانہ طبیعت سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن کی مضبوط ترین بنیادوں اور محکم دیواروں میں دراڑیں ڈال کر اسے گروہوں اور ٹولیوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ دوسری طرف اصولوں اور رویوں میں بے ہودگی اور بے راہ روی کا بیج بو کر اعلیٰ اہداف کو اس کی نظروں سے اوجھل کر دیا جائے۔ مندرجہ بالا دونوں وارداتیں ایک عرصہ سے مکتب تشیع سے کی جا رہی ہیں۔

عزاداری کے حوالے سے جو طوفان بدتمیزی کئی سالوں سے بپھرا ہوا ہے کسی آنکھ سے پوشیدہ نہیں.....

عزاداری کے نام پر سجائی گئی بعض محفلوں اور جمائی گئی اکثر مجلسوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی کامیڈین یا ڈرامائک فلم کے کسی سین کی فلم بندی ہو رہی ہے جس میں مسخرے، مخولیے اور بہروپیے اپنے اپنے مخصوص فن کا جادو جگا رہے ہوتے ہیں۔ کئی اداکار اور گلوکار نظم و نثر میں علماء کرام اور فقہاء عظام کو رکھوالی کے لیے پالے گئے پالتو کتوں کی طرح بھونکتے نظر آتے ہیں اور ان باولے اور اتاولے کتوں کے رکھوال ان کی پیٹ پوجا اور دیگر عیاشیوں کے لیے ان کی جیبیں زر و مال سے بھر رہے ہوتے ہیں...... یہ تو اللہ کریم کا خصوصی کرم ہے کہ بعض علماء و فقہاء بروقت اصلاح المجالس و المحافل کی طرف متوجہ ہوگئے، ورنہ پانی کب کا سر سے گزر چکا ہوتا۔

کفار و مشرکین اور منافقین و مارقین کا دوسرا نشانہ مرجعیت ہے، اس اہم ستون کو زمین بوس کرنے کی غرض سے جو کچھ ہو رہا ہے اس کی تفصیلات بہت وسیع ہیں۔ اختصار سے کام لے کر صرف اتنا ہی عرض ہے کہ اس کی اہمیت و افادیت کو بے اہم بنانے کے لیے فرضی و نقلی مجتہدین (جوکر) منظر عام پر آ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے منہ سے نکلنے والے کلمات بھی اپنی مثال آپ ہوں گے۔

سب سے بڑا ظلم یہ ہو رہا ہے کہ بظاہر شیعہ نظر آنے والے کچھ مجہول النسل افراد منبروں پر علماء و فقہاء کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں، اور بعض اہل قلم اجتہاد اور مجتہدین کے خلاف لکھ کر اپنے نامہ اعمال سیاہ کر رہے ہیں۔ ان بڑے شیطانوں کے رضوی نما چھوٹے چھوٹے شطونگڑے ان ہی کی قلمی غلاظتیں "ہو جاؤ سچوں کے ساتھ" جیسے بے فائدہ رسالوں میں لکھ کر سادہ لوح مومنین کو پریشان کرنے کے ساتھ ساتھ دشمنانِ تشیّع کو مکتب تشیّع کا مذاق اڑانے کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔

ہم پیشتر ازیں مناسب وضاحت کر آئے ہیں کہ ماسوائے منتخبانِ خدا ہر انسان جاہل و بے خبر دارِ فانی میں وارد ہوتا ہے جسے معمولاتِ زندگی سرانجام دینے کے لیے قدم قدم پر عالم و باخبر لوگوں کی ضرورت پڑتی ہے، جن کی معاونت و اعانت کے بغیر وہ ایک بے شعور چوپائے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ لہٰذا اس کی جہالت کو دور کرنے کی غرض سے ایسے افراد کا وجود لازمی ہے جو اس جاہل سے پہلے کچھ نہ کچھ جان کر اس سے کہیں بہتر زندگی گزار رہے ہوں۔ نہ جاننے والے کو کچھ بتانے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور یہ جاہل کسی باخبر اہل علم کی باتیں سُن کر انھیں صدق دل سے صحیح و درست مان کر ان پر عمل پیرا ہو۔ دوسرے لفظوں میں اس کے اس عمل کو تقلید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دینی اصطلاح میں کسی مجتہد کے فتویٰ میں عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔

اجتہاد، مجاہد، جہد اور مجتہد وغیرہ الفاظ کا ایک ہی لفظی خاندان سے تعلّق ہے، جن کے معنی کوشش کرنا، زحمت و مشقّت اٹھانا، تکلیف میں پڑنا وغیرہ۔

عقل سے کام لے کر غور و فکر کریں تو یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ دنیاوی علوم ہوں یا دینی معلومات، اسی

کا نصیب بنتے ہیں جو جدوجہد کرتا ہے۔ علماء وفقہاء کا کام بھی یہی ہے کہ علم کے بحرِ بےکراں میں غوطہ زنی کر کے علمی لعل و جواہر تلاش کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کریں اور نہ جاننے والوں کے لیے ارشادِ قدرت ہے کہ: ''اہل ذکر سے سوال کرو (پوچھو) جو کچھ تم نہیں جانتے یا جس چیز کا تھیں علم نہیں''۔

اس ارشادِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی دو فریق ہیں ایک وہ جو کسی ذریعہ سے کچھ جانتا (علم رکھتا) ہے اور دوسرا وہ جو نہیں جانتا یعنی جاہل (بےخبر) ہے، جسے حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ پہلے فریق سے پوچھ کر اپنی جہالت دور کرے۔ اہل ذکر سے بدرجہ اولیٰ محمدؐ و آلِ محمدؐ مُراد ہیں، یہ ہستیاں اب ہمارے سامنے موجود نہیں، لیکن ان کے ارشادات و فرمودات کتابوں میں محفوظ ہیں اور یہ جملہ کتابیں علماء وفقہاء ہی کی تحریر کردہ ہیں۔ ان ہی اولوالعزم شخصیات نے اپنی زندگیاں صرف کر کے تعلیماتِ معصومینؑ کو ایک ذخیرے کی شکل دی ہے جنھیں مُصنّف رسالہ مذکور اپنی جاہلیت سے مجبور ہو کر خرافات کا مجموعہ کہہ رہے ہیں۔

درجِ بالا جدوجہد کی رو سے تمام کے تمام علماء و فقہاء بالواسطہ اہل ذکر ہیں، جن سے سوال کرنے کا اللہ پاک حکم صادر فرما رہا ہے۔ باغیانہ ذہنیت کا حامل طبقہ مشرکین مکہ کی پیروی (تقلید) کرتے ہوئے ان اہل ذکر سے پوچھنے اور پھر عمل کرنے سے انکار کر کے اللہ کے بنائے، جبرائیلؑ کے لائے، محمدؐ کے بتائے اور اوصیائے محمدؐ کے بچائے ہوئے دین کی خلاف بے جوڑ دلیلوں، بے موقع حیلوں اور بے مقصد وسیلوں کے ہتھیار اٹھا کر آمادۂ جنگ نظر آتا ہے۔ جبکہ اس وقت جو حقیقی دین موجود ہے وہ ان ہی علماء وفقہاء کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔

اللہ کا احسانِ عظیم ہے کہ انسانی خلقت کے ساتھ ہی اس کریم ذات نے انسان کی تعلیم و تربیت کا ایسا مُنظّم، معقول اور مناسب بندوبست فرمایا کہ ہر دور، ہر زمانے، ہر مقام اور ہر نہ جاننے والے کے لیے جاننے والوں (علماء وفقہاء) کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری فرمایا کہ روزِ محشر کوئی یہ نہ کہہ دے کہ ہم تک کوئی ڈرانے اور خوشخبری (اصلاح و فلاح) دینے والے نہیں پہنچا۔ یہ ایک الگ مصیبت و آفت ہے کہ جنھیں تعلیم و تربیت کی ضرورت ہوتی ہے ان میں سے اکثر مُعلّمین کی مخالفت میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔

قرآن شاہد ہے کہ ہر زمانے میں ہر ہادی کو دینِ حق کی تبلیغ میں نہایت تکلیف دہ صورتِ حال کا سامنا و مقابلہ کرنا پڑا۔ کائنات کے عظیم ہادیؐ نے جب ضرورت مندوں اور حاجت مندوں کو پیغامِ حق سنایا تو گزشتہ ادوار کے اعتراضات ہی کا اعادہ کیا گیا۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اب بھی روشن خیال مُعترضین کے اعتراضات مِن وعَن وہی ہیں، کہا جائے کہ علومِ محمدؐ و آلِ محمدؐ حاصل کرنے کے لیے علماء وفقہاء کی طرف رجوع کرو تو جواب ملتا ہے کہ ہم موالیان کو ملاؤں کے ہاں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جبکہ ہم پر مولا کی خاص نظر کرم ہے اور وارثانِ علومِ معصومینؑ کو بےوقوف، بدعتی، مقصر اور احمق کہہ کر مشرکین کی سنت ادا کرتے ہیں۔

باب المتفرقات

عصرِ حاضر میں مطالعہ سیرت کی ضرورت و اہمیت

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے جو رسول مبعوث فرمائے وہ سب اللہ کی توحید اور انسانی بھلائی کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ سابق انبیاءؑ کی رسالت محدود تھی، جبکہ قرآن کے مطابق ہمارے نبی اکرم ﷺ خاتم النّبیّین اور سید المرسلین ہیں۔ آپ کا پیغام ایک شفا بخش اور آفاقی پیغام ہے۔ قرآن کے مطابق آپؐ کا اُسوۂ حسنہ سب کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپؐ کے اُسوۂ حسنہ سے استفادہ کرنے کے لیے مُسلمانوں نے بلا مبالغہ بے پناہ مواد فراہم کیا۔ جس کی وجہ سے آپ کو تمام مصلحین میں ہمیشہ اعلیٰ و ارفع مقام حاصل رہا ہے۔ اسلامی علوم وفنون پر لکھی جانے والی تمام کتب سیرتِ طیبہ کے حوالے کے بغیر نامکمل شمار ہوتی ہیں۔ تاہم اب بھی سیرتِ طیبہ کے بہت سے پہلو تشنہ اور نامکمل معلوم ہوتے ہیں۔ بطور نمونہ چند موضوعات یہ ہیں: آپؐ کی سیرت کا انسانیت کے لیے پیغامِ ہدایت ہونا، خطبہ حجۃ الوداع، انسانی حقوق بشمول حقوقِ نسواں کا اولین منشور، فکر رسولؐ میں نوجوانوں کے لیے رہنمائی، زندگی کے مختلف شعبوں اور پیشوں کے لیے سیرتِ طیبہ کے عطا کردہ بنیادی اصول وضوابط، سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اکیسویں صدی کے جدید مسائل کا حل اور سائنسی ایجادات کے حوالے سے سیرتِ طیبہ کا پیغام۔ ان موضوعات پر کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ عظمت اسلام اور مُسلمانوں کی کھوئی ہوئی ساکھ کو بحال کرنے کے لیے بھی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے بہت سے پیغمبرؑ اور رسولؑ مبعوث فرمائے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کی توحید، انسان کی بھلائی اور خیر کی تعلیم دیتے رہے۔ انسانوں کو باہم ملاتے رہے اور انھیں ایک دوسرے کا خیر خواہ بناتے رہے۔ نیز وہ انسانی معاشروں سے شرکاء کا قلع قمع کرتے رہے، تاکہ متوازن انسانی معاشرہ قائم ہو۔ سابق انبیاء علیہم السلام محدود وقت، محدود افراد اور محدود خطوں میں مبعوث ہوکر اللہ تعالیٰ کا پیغام انسانوں تک پہنچاتے رہے، جبکہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النّبیّین اور سید المرسلین ہیں۔ اس لیے آپ کی بعثت تمام انسانوں، تمام زمانوں اور پوری کائنات کے لیے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ سبا:۲۸) آ

ترجمہ: " اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا، جبکہ اکثر انسان اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں"۔

محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ آپؐ کی رحمت کائنات کی تمام مخلوقات تک وسیع ہے، جبکہ انسان کو آپ کی وسیع رحمت سے وافر حصہ ملا ہے۔ کیونکہ جہاں انسانوں کو آپؐ کی روح پرور تعلیمات میسر ہیں تو وہاں مُسلمانوں کو آپ کی حیات مبارکہ کا عملی نمونہ (اُسوۂ حسنہ) بھی حاصل ہے۔ جس پر عمل پیرا ہوکر ہر مُسلمان دینوی سعادت اور اخروی نجات حاصل کرسکتا ہے۔ رسُولِ اکرم ﷺ کی تعلیمات نہ صرف تمام انسانوں کے لیے شفا بخش پیغام ہیں، بلکہ ہر دور اور ہر مقام کے جن وانس آپؐ کی رحمت بھری تعلیمات سے استفادہ کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الانبیاء:۱۰۷)

ترجمہ: "اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا"۔

چنانچہ آپؐ کا پیغامِ رحمت اور آپؐ کا سایۂ رحمت نہ صرف موجود اور معلوم دُنیا پر قائم ہے، بلکہ آپؐ کا فیضِ رحمت ان خطوں اور علاقوں پر بھی ہمیشہ سایہ فگن رہے گا، جو انسان مستقبل میں تلاش کرے گا۔ مزید برآں آپؐ کی رحمت جن وانس تک محدود نہیں، بلکہ سب سیرت نگار اس حقیقت پر متفق ہیں کہ رحمۃ للعالمین کی رحمت اس کائنات کی تمام مخلوقات تک وسیع ہے۔ رحمتِ دوعالم ﷺ کا پیغام آفاقی ہے۔ آپؐ کی تعلیمات دائمی ہیں اور آپؐ کی عطا کردہ فکر نہ صرف ابدی، بلکہ وہ پوری کائنات کے لیے ہمہ وقت عملی نمونہ ہے۔ کیونکہ آپؐ نے انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے جو تعلیمات عطا فرمائیں، ان پر آپؐ نے خود عمل کر کے، نہ صرف اپنی تعلیمات کو قابلِ عمل ٹھہرایا، بلکہ آپؐ نے ان ابدی تعلیمات کے حوالے سے اپنی حیاتِ مبارکہ کی صورت میں انسانوں کو مکمل عملی نمونہ بھی فراہم کیا۔ اسی لیے آپؐ کا "اُسوۂ حسنہ" انسانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (سورۃ الاحزاب:۲۱)

ترجمہ: "یقیناً رسول اللہ ﷺ کی ذات میں آپ کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے"۔

آپؐ کی تعلیمات کا تعلق ایک طرف اللہ تعالیٰ کی توحید کو عام کرنے سے ہے، تو دوسری جانب وہی تعلیمات انسانوں کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔ فکر رسول ﷺ ایک ایسا بقعۂ نور ہے جس کے نور کی شعائیں چار دانگ عالم میں پھیل رہی ہیں، جس سے ہر دور کے انسان مُستفید ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی بہرہ ور ہوتے رہیں گے۔ ہمیں مکمل یقین ہے کہ اس کائنات میں آنے والا آخری انسان بھی نبی رحمت ﷺ کی تعلیمات سے اسی طرح مُستفید ہوگا جس طرح انسان صدیوں سے مُستفید ہوتا رہا ہے۔

فکر رسول ﷺ انسانی بھلائی کے تمام عناصر اور

پہلوؤں جیسے عبادات، معاملات، اخلاق و آداب، انسانی تعلقات، انسانی ضروریات اور انسانی مسائل کا کما حقہ احاطہ کرتی ہے۔ چنانچہ عدلیہ، انتظامیہ، مقننہ، ماہرین معیشت، سیاستدان، معلمین اخلاق اور سماجی کارکن۔ الغرض ہر فکر اور ہر طبقہ کے افراد آپؐ کی صائب فکر سے ہمہ وقت رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں اور بلا شبہ رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔ مسلمانوں کے لیے رسولِ رحمت کی پوری حیاتِ مبارکہ ایک عملی نمونہ ہے۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو جو احکام دیئے، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ان سب کا عملی نمونہ ہے، جو زمان و مکان کی قیود سے بالاتر ہو کر انسانوں کے لیے عموماً اور مسلمانوں کے لیے خصوصاً ہدایت اور رہنمائی کا سامان فراہم کرتا رہے گا۔ جس طرح عہد رسالت اور اسلام کے تشکیلی دور سے لے کر آج تک انسان سیرتِ طیبہ حیاتِ مبارک، معمولاتِ مقدسہ اور اُسوۂ حسنہ سے رہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں، اسی طرح تمام مسلمان بھی اس چشمہ صافی کے پیغام سے تاقیامت فیض پاتے رہیں گے۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ، سیرتِ طیبہ، معمولاتِ مبارکہ، سنت مطہرہ اور اُسوۂ حسنہ سے استفادہ کرنے کے لیے مسلمانوں نے اس موضوع کے پہلوؤں اور اجزاء کی لازوال خدمت کی اور سیرتِ طیبہ کے ہر ہر موضوع پر بلا مبالغہ بے پناہ مواد انسانوں کو فراہم کیا۔

یہی وجہ ہے کہ ہادیانِ ادیان، رہنمائے عالم، سیاسی قائدین، سماجی ماہرین، اور معاشی مصلحین میں ہمیشہ سے آپ کو اعلیٰ و ارفع مقام حاصل رہا ہے۔ کیونکہ آپؐ کی حیاتِ مبارکہ اور فکر طیبہ کا ایک ایک گوشہ مسلمانوں نے محفوظ کیا اور اسے اپنی زندگیوں میں عملاً لاگو کیا۔ اسی عمل کو "احیائے سنت" کہا جاتا ہے۔ جس پر عمل پیرا ہونے کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ گویا جس نے نبی کریم ﷺ کی ایک سنت کو زندہ کیا اس نے سَو شہیدوں کا اجر و ثواب پایا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مسلمان "احیائے سنت" کے لیے ہمہ وقت اور ہمہ تن کوشاں رہتے ہیں۔ یہ عمل عہدِ رسالت سے جاری ہو کر تا اختتام دنیا جاری اور ساری رہے گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنے ہادی و مرشد ﷺ کی مدح سرائی کرتے تھے۔ آپؐ کا انتہائی ادب واحترام بجالاتے تھے۔ آپؐ پر اپنا سب کچھ نچھاور کرتے تھے۔ تاہم سب سے بڑھ کر وہ سب آپؐ کی فکر اور آپؐ کی تعلیمات کو عملی جامہ پہناتے اور اپنی زندگیوں میں ڈھالتے تھے۔ نیز وہ سب آپؐ کے اقوال اور ارشادات کو اپنے لیے حرزِ جاں بناتے تھے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فکر رسول ﷺ کو اپنے اقوال اور اپنے اعمال کے ذریعے سے اگلی انسانی نسلوں و پوری دیانت اور پوری ذمہ داری سے بلا کم و کاست اور با تاخیر من وعن منتقل کیا۔

اسلامی ریاست کی وسعت مسلمانوں کی تعداد میں کثرت اور فکر رسول رحمت کی حاجت اور ضرورت نے مسلمانوں کو "سیرتِ طیبہ" کی ضرورت کا مزید احساس دلایا۔ جس کی مسلمانوں نے ہر دور میں تحریری، تقریری، اور عملی انداز میں حفاظت کیا۔ چنانچہ فکر رسول کے معتمد ترین مصدر حدیث نبوی کو محفوظ بنایا۔ حیاتِ رسولؐ، مغازی رسول، سیرتِ رسول، اور اُسوۂ رسول ﷺ کو من و

عن محفوظ کیا اور اسے ایک مکمل نظامِ حیات کی شکل میں پروان چڑھایا۔ سیرتِ طیبہ کا نور اس قدر وافر اور عام ہے کہ ہر شعبۂ زندگی اور ہر طبقۂ خیال کے افراد نے نہ صرف اس سے استفادہ کیا بلکہ ہر میدان کے ماہرین نے بھی سیرتِ طیبہ، سنتِ نبوی اور حدیثِ نبوی کو اپنی فکر اور نگارشات کا بنیادی حصہ اور مصدر و منبع بنایا۔ چنانچہ تمام اسلامی علوم و فنون میں سیرتِ طیبہ کا فیضانِ عام ثابت ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر، احادیثِ نبویہ کا ذخیرہ، فقہ اسلامی کی ثروت، تاریخ اسلام کے اوراق، کتب عقائد، کتبِ اخلاق و آداب، کتبِ تبلیغ دعوت، کتبِ ادب، نیز ہر علم و جن میں ہمیں سیرتِ طیبہ مبارکہ اور احادیثِ نبویہ کا وافر حصہ ملتا ہے۔ اور تمام اسلامی علوم و فنون پر لکھی جانے والی کتب، مقالات اور تحریری سیرتِ طیبہ اور حرمتِ نبوی کے حوالے کے بغیر نامکمل شمار ہوتی ہیں۔

انسانوں کو درپیش زندگی کے تمام مسائل اور ان کے تمام پہلوؤں پر مسلم اور غیر مسلم مصنفین نے سیرتِ طیبہ کے موضوع پر بے شمار نگارشات فراہم کی ہیں۔ بین الاقوامی، علاقائی اور دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں سیرتِ طیبہ پر وافر مقدار میں مواد ملتا ہے، جبکہ سیرتِ طیبہ کے میسر مواد کے گہرے مطالعہ سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ فاضل مصنفین نے حیاتِ رسول اور عشقِ رسول جیسے دینی اور روحانی موضوعات پر بہت زیادہ توجہ دی ہے اور مسلمانوں کو محبتِ رسول کا گہرا درس دیا ہے، جبکہ فکرِ رسول اور تعلیماتِ رسول ﷺ کو کم کم اپنی تحریروں کا موضوع بنایا ہے۔ جن کے عام کرنے کی ہر وقت ضرورت ہے۔ کیونکہ ختم نبوت کا ایک منشا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی ہدایت کا سامان فراہم کر دیا۔ اب یہ انسانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ پیغام الٰہی انسانوں کو نسل در نسل منتقل کریں۔ نیز جدید مسائل کے حل کے لیے تعلیماتِ نبوی ﷺ کو لاگو کریں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ فاضل سیرت نگاروں نے حیاتِ رسولؐ کے ہر ہر پہلو کو اپنی تصانیف میں محفوظ کیا۔ اپنی قیمتی کتب میں محبتِ رسول، تحفظ ناموسِ رسالت اور عشق رسولؐ کا بے پناہ مظاہرہ کیا اور اپنے لیے مغفرت و سعادت کا سامان فراہم کیا۔ تاہم سیرتِ طیبہ کے وسیع ادب کا بغور مطالعہ کرنے سے اس کے بہت سے پہلو تشنہ اور نامکمل معلوم ہوتے ہیں۔ جن کی جدید دور کے انسان کو اشد ضرورت ہے۔ جن میں سے بطور نمونہ چند موضوع یہ ہیں:

① سیرتِ طیبہ کا انسانیت کے لیے پیغامِ ہدایت۔
② خطبہ حجۃ الوداع، انسانی حقوق بشمول حقوقِ نسواں کا اولین منشور۔
③ فکرِ رسولؐ میں نوجوانوں کے لیے رہنمائی۔
④ زندگی کے مختلف شعبوں اور پیشوں جیسے تاجروں، صحافیوں، سیاستدانوں اور غیر حکومتی اداروں کے لیے سیرتِ طیبہ کے عطا کردہ بنیادی اصول و ضوابط۔
⑤ اکیسویں صدی کے جدید مسائل کا حل سیرتِ طیبہ کی روشنی میں۔
⑥ سائنسی ایجادات کے حوالے سے سیرتِ طیبہ کا پیغام وغیرہ وغیرہ۔

اکیسویں صدی کی انسانی ضرورتیں اور انسانی تقاضے بالکل مختلف ہیں۔ آج کا انسان کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ علم و دانش حاصل کرنے کا متمنّی ہے۔ اس لیے ایسے سیرت نگاروں کی اشد ضرورت ہے جو نہ صرف سیرتِ طیبہ کے پیغام کو صحیح طور پر کما حقہ سمجھ سکیں، بلکہ وہ فکر رسول کو جدید تقاضوں کے مطابق انسانوں کے سامنے پیش بھی کر سکیں۔ اسی طرح وہ فکر سیرت اور پیغامِ سیرت کو جدید مسائل کے حل کے لیے انسانوں کو فراہم بھی کر سکیں۔

ہر دور کے اپنے مسائل، مشکلات اور دقتیں ہوتی ہیں۔ اکیسویں صدی میں اسلام کی صداقت، رسالت کی حقیقت، دین کی افادیت، احترامِ آدمیت اور ذہنی طمانیت اہم مسائل ہیں۔ جن کے ہر ہر پہلو پر سیرتِ طیبہ سے ہدایت ملتی ہے۔ اکیسویں صدی کے مسائل گوناگوں ہیں۔ انسان دہشت گردی، انتہا پسندی، فرقہ واریت، مادہ پرستی، نفسیاتی الجھنوں اور دینی انتہا پسندی کا شکار ہے۔ انسانی رشتے کمزور اور خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ عالمی نظامِ سیاست و معیشت ناکام دکھائی دیتا ہے۔ اس کائنات میں سماجی انصاف اور معاشرتی امن مفقود ہے۔ انسانیت اپنے دکھوں، پریشانیوں اور بے چینیوں کا حل ڈھونڈ رہی ہے انسانی اخلاق و آداب کا دیوالیہ نکل چکا ہے، اور اس وقت ایسا کوئی ذریعہ ہدایت میسر نہیں جو انسانوں کے یہ مسائل حل کر سکے۔

سیرتِ طیبہ ایک ایسا اکسیری نسخہ ہے جس کی تعلیمات نہ صرف محفوظ اور ابدی ہیں بلکہ وہ ہر دور اور ہر جگہ پر قابلِ عمل بھی ہیں۔ بلکہ اکیسویں صدی کے انسان کے لیے امن و سکون عطا کرنے کا وہ واحد اور بہترین ذریعہ ہیں، مُسلمانوں میں دینی اخوت اور باہمی شیرازہ بندی کا فقدان ہے۔ وہ عالمی تناظر میں فقر و فاقہ، ناخوانگی، پس ماندگی، اخلاقی بے راہ روی اور تفرقے کا شکار ہیں۔ انھیں سیرتِ طیبہ کے شافی پیغام کے ذریعے ہی راہِ راست پر لایا جا سکتا اور ایک مضبوط مسلم امت بنایا جا سکتا ہے۔ آج کا انسان ذہنی سکون کا متلاشی ہے۔ وہ نفسیاتی مسائل میں الجھا ہوا ہے۔ وہ بڑے چھوٹے کی تمیز سے عاری ہے۔ وہ نہ بڑوں کا ادب کرتا ہے اور نہ چھوٹوں سے پیار۔

آج کا نوجوان اخلاقی قدروں سے دور ہے۔ ان سب کو احترامِ آدمیت کا سبق پھر سے یاد کرانے، حقوق و فرائض میں اعتدال پیدا کرنے اور ان میں اچھے مُسلمان اور اعلیٰ کردار انسان کے اوصاف اجاگر کرنے کے لیے انھیں سیرتِ طیبہ کے چشمہ صافی سے سیراب کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ آج کی دنیا عالم گیریت (Globaization) عالمی قریہ (Global Viliage) انسانی قدروں (Human Values) ادارہ تجارت (WTO) بین الانسانی مکالمہ (Inter Human Dilaogue) اور سول سوسائٹی (Civil Society) جیسے عالمی اداروں کو پروان چڑھا رہی ہے۔ جس میں مقامی، علاقائی اور وقتی قوانین، قدروں اور رواجوں کی قطعی گنجائش باقی نہیں رہی۔ ان اداروں اور ان کے مقرر کردہ قواعد و ضوابط کو سیرتِ طیبہ

کے عالمی پیغام (Global Messsage) کے ذریعے ہی
پرکھا اور انسانوں کے لیے مُفید، قابلِ عمل اور کارآمد بنایا
جاسکتا ہے۔ اس لیے انسان کو نہ صرف مطالعہ سیرت
درکار ہے، بلکہ تعلیماتِ سیرت کی ایسی تعبیر و تشریح کی
بھی ضرورت ہے جو آج کے انسانی ذہن کو اپیل کرے
اور اس کے پیچیدہ مسائل حل کرے۔

ان تمام ضرورتوں کے ساتھ ساتھ سیرتِ طیبہ
سے مضبوط ترین تعلّق استوار کرنے کی اس لیے بھی
ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ربّ العالمین ہے، محمد رسول
اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ
آخری کتاب قرآن مجید ہدایت للعالمین ہے۔ ان
تینوں ذرائع ہدایت کو باہم مربوط کرنے، ان کی
تعلیمات پر عمل کرنے اور ان کے پیغام کو جدید دور میں
متعارف کرانے کے لیے از بس ضروری ہے کہ سب
انسان عموماً اور مُسلمان خُصوصاً سیرتِ طیبہ کا مطالعہ
کریں۔ فکرِ رسول کو صحیح طور پر سمجھیں اور اسوۂ رسولؐ پر
عمل کریں۔ عالمی مذاہب و ادیان کے حوالے سے
اسلام کی فوقیت اور حقانیت ثابت کرنے کے لیے بھی
مطالعہ سیرت انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ مطالعہ سیرت
کی اہمیت اور ضرورت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے
ارشاد فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی
الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا (سورۃ الفتح: ۲۸)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق
دے کر بھیجا، تاکہ وہ حق (اسلام) تمام ادیان پر غالب
آجائے اور اس امر کے لیے اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے''۔

عظمتِ اسلام اور مُسلمانوں کی کھوئی ہوئی
ساکھ کو بحال کرنے کے لیے بھی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ
وقت کی اہم ضرورت ہے۔ کیونکہ اُسوۂ حسنہ پر عمل
کرکے ہی مُسلمانوں کی عظمت رفتہ کو بحال کیا جاسکتا ہے
اور انھیں اقوامِ عالم میں ان کا حقیقی مقام دلایا جاسکتا
ہے۔ کیونکہ تعلیماتِ رسول ﷺ پر ہر مُسلمان جب بھی
عمل کرتے ہیں، وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ
بندے بن جاتے ہیں بلکہ وہ دنیوی سطوت اور اقتدار
بھی پالیتے ہیں اور وہ ہر طرح کی قیادت وسیادت سے
بہرہ ور ہوسکتے ہیں۔

آج ناموسِ رسالت پر طرح طرح کے حملے
کیے جارہے ہیں۔ کہیں خاکے بنائے جاتے ہیں، کہیں
عظمتِ رسولؐ پر رکیک حملے ہوتے ہیں، کہیں میرے آقا
حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان و عظمت پر بے جا تنقید
کی جاتی ہے اور کہیں آپ کی روحانی تعلیمات اور آپ
کی صائب فکر کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس
امر کی ضرورت ہے کہ ہم عالمی سطح پر عظمتِ رسالت اور
ختم نبوت کا علم بلند کریں۔ رسولِ رحمت ﷺ کی حقیقی فکر
سے انسانوں کو روشناس کرائیں اور انھیں پوری انسانیت
کا ہادی و رہنما ثابت کریں۔ نیز ان کی تعلیمات کا وہ
ابدی اور روشن پہلو اجاگر کریں جن کی انسانیت کو آج
بھی ضرورت ہے اور وہ کل بھی ان تعلیمات کی متلاشی
رہے گی۔

عصر حاضر میں مُسلمانوں کے تعلیمی ادارے

باقی صفحہ ۳۹ پر

اس عبارت سے پتہ چلا کہ شیخ محی الدین ابن عربی ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی عصمت کے قائل تھے لیکن ان کے ہم عصر کسی فقیہ نے بھی محض اس عقیدے کی بنا پر انہیں ختم نبوت کا منکر قرار دیکر کافر نہیں کہا اور اگر کہا بھی ہے تو وہ دیگر وجوہات کی بنا پر ہے نہ کہ غیر انبیاء کی عصمت کے عقیدے کی بنیاد پر۔ اس سے بھی بڑھ کر شیخ ابن عربی نے حضرت عمر کو معصوم کہا ہے چنانچہ لکھتے ہیں: یا عمر ما لقیك الشیطان فی فج الاسلك فجا غیر فجك فدل علی عصمته بشهادة المعصوم ﷺ...... (فتوحات المکیہ باب ثلاثون صفحہ ۲۶۱ مطبعة عامرہ مصر ۱۲۹۳ھ) اسی طرح مولانا عبدالعلی بحرالعلوم نے مثنوی رومی کی شرح ''بحرالعلوم'' دفتر اول صفحہ ۵۵ طبع اول مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۳۰۲ھ میں ابن عربی کی محولہ بالا عبارت یعنی عصمت حضرت عمر کا قول نقل کیا ہے۔ گویا کہ ابن عربی عصمت کو انبیا کا خاصہ تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے تلمیذ خاص علامہ محمد معین ابن محمد امین ٹھٹوی سندھی متوفی ۱۱۶۱ھ کی شہرہ آفاق کتاب ''دراسات اللبیب'' مطبوعہ بیت السلطنت لاہور ۱۸۶۸ء ہمارے پیش نگاہ ہے موصوف صفحہ ۱۹۹، ۲۰۰ پر شیخ محی الدین ابن عربی کا حضرت امام مہدی علیہ السلام کی عصمت کے متعلق قول: ''فعرف ان المهدی علیه السلام معصوم'' نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: نبه الشیخ القدوة رضی اللہ عنه فی هذا الکلام علی ان ثبوت العصمة لغیر الانبیاء علیهم الصلاة والسلام جائز لم ینتهض دلیل من الشرع علی استحالتها فی غیرهم ولا علی امتناع لحوق غیرهم بهم فیها وان کان فضلهم علی غیرهم متحتما فلیست العصمة من خواصهم ''شیخ مقتدا نے اپنے اس کلام میں اس امر پر تنبیہ کی ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے غیر کے لئے عصمت کا ثابت کرنا جائز ہے کیونکہ غیر انبیاء میں عصمت کے محال ہونے پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے پس عصمت انبیاء کرام کے خواص میں سے نہیں ہے''۔

غالباً اسی نقطہ کو مدنظر رکھتے ہوئے متعدد محققین علماء اہل سنت نے عصمت کو غیر انبیاء کے لیے ثابت کیا ہے رہا یہ مسئلہ کہ عصمتِ غیر انبیاء کا عقیدہ منافی ختمِ نبوت ہے جیسا کہ سلفی صاحب کا گمان ہے یہ بات قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے متقدمین میں سے کسی نے بھی اسے ختمِ نبوت کے منافی قرار نہیں دیا چنانچہ ان میں سے امام غزالی، محی الدین ابن عربی، شاہ محمد اسماعیل دہلوی وغیرہ کی اس سلسلے میں بعض عبارات گذشتہ اوراق میں نقل کی جاچکی ہیں۔ ابو حامد محمد بن محمد غزالی نے اپنی تصنیف ''فضائح الباطنیہ'' میں دوٹوک الفاظ میں کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی غیر کے لیے عصمت ثابت کرنے سے کفر لازم نہیں آتا کما مر تفصیلہ۔ بنابریں یہ عقیدہ ہرگز وجہ کفر نہیں بن سکتا تو ختم نبوت سے انحراف کیسے پایا جاسکتا ہے؟ علاوہ ازیں شاہ ولی

اللہ دہلوی نے "تفہیمات الٰہیہ" میں بالخصوص ائمہ اہل بیتؑ کے لیے عصمت ثابت کی ہے۔ دوسرے مقام پر شیعوں کے عقیدہ عصمت کی وجہ سے انہیں قابل مذمت ٹھہرایا ہے۔ ان دو متضاد بیانات کی ایک ہی کتاب میں موجودگی سے شاہ ولی اللہ دہلوی کی شہادت شیعوں کے خلاف معتبر نہیں بلکہ ساقط الاعتبار ہوگئی ہے۔ متضاد بیان دینے والے گواہ پر عدالت اعتماد نہیں کرتی ہاں! جس پر الزام لگایا گیا ہو، اگر بیان میں اس کے حق میں بات سامنے آجائے تو اسے عدل کی نگاہ میں ملزم کے حق میں استعمال کر کے اسے بری قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی منصف مزاج لوگوں کو چاہیے کہ شیعہ کے نظریہ کی حمایت میں شاہ ولی اللہ دہلوی کے بیان کو درست سمجھ کر انہیں اس الزام سے بری سمجھیں۔ ملا محمد معین ٹھٹھوی صاحب "دراسات اللبیب" شاگرد شاہ ولی اللہ دہلوی حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی متوفی ۸۳۲ھ (جن کا تذکرہ شیخ عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں عمدہ الفاظ میں کیا ہے) بھی عصمت ائمہ اہل بیت کے قائل ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں: لطائف اشرفی مطبع نصرۃ المطابع دہلی جلد ۲، ص ۳۵۶) شاہ ولی اللہ دہلوی نے تفہیمات الٰہیہ جلد ۲، ص ۱۴، ۲۱، ۲۲، ۲۳ طبع بجنور میں انبیاء کرامؑ کے علاوہ ائمہ اہل بیتؑ کو معصوم تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح مولانا حسین علی واں بھچراں نے "تحفہ ابراہیمہ ص ۲۰۲ طبع گوجرانوالہ" میں ائمہ اہل بیتؑ میں سے حضرت امام زین العابدین کو معصوم تحریر کیا ہے اور خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی (ہری پور ہزارہ) "مجموعہ صلوات الرسول ﷺ" کے جزء ۲۵، ص ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ: "وبحق ابی بکر الصدیق وعمر بن خطاب وعثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب و سیدنا ابی محمد الحسن و ابی عبداللہ الحسین و سیدۃ نساء فاطمۃ الزھراء و اثناعشر اماماً و اربع عشر معصوماً صلوۃ اللہ وسلامہ و رضوانہ علیہم اجمعین"۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۹ پر بھی ائمہ اثنا عشر کو معصوم لکھا ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا مفتی محمد اشرف سیالوی نے کیا ہے۔ یہ وہ مولانا ہیں کہ خود سلفی صاحب نے اپنے رسالہ "تحقیقی نظر" کے صفحہ ۲۶ حاشیہ نمبر ۱ پر ان کا بڑے ادب واحترام سے نام لے کر ان کی ایک عبارت سے تائید حاصل کی ہے۔ آئیے سلفی صاحب کے ممدوح سیالوی صاحب ہی کے الفاظ میں ترجمہ ملاحظہ فرمائیں "اور بطفیل حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور سید ابو محمد حسن اور ابو عبداللہ حسین اور سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراءؑ اور بارہ اماماں روحانیت وولایت کے اور چودہ معصومین کے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی اور رضا مندی ہوں ان تمام کے لئے (صفحہ ۲۰) واضح رہے کہ کتاب "مجموعہ صلوات الرسول ﷺ" پانچ بڑی جلدوں میں جامعہ رحمانیہ ہری پور سے شائع ہو چکی ہے نیز حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی کے مکتوبات و ملفوظات کا مجموعہ "مکتوبات رحمانیہ" صفحہ ۲۳۱، ۲۳۲ طبع لاہور بھی لائق مطالعہ ہے اس میں بھی ائمہ اہل بیت بشمول حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو معصوم تحریر کیا گیا ہے۔ مولوی خورشید حسین المعروف مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب کی یہ عبارت پڑھ کر فیصلہ خود کر لیجئے "پس آئمہ معصومین اور بزرگان اہلبیت کے عمل درآمد سے عیاں ہو گیا کہ اس لئے اولاد ائمہ معصومین ......" (ہدیۃ الشیعہ صفحہ ۲۳۰ ھ زیر عنوان "ترکہ نبوی میں تمام اہل بیت کا عمل" ناشر: نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور) ان کے علاوہ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد دارالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور جن کے اکثر مضامین ماہنامہ حق

چاریار میں آتے رہتے ہیں انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دیگر کی عصمت کے بھی قائل ہیں انہوں نے مولانا حافظ ظفراللہ شفیق صاحب جو اہل بیت کے انتہائی شیدائی ہیں ان کی کتاب" امام حسینؓ اور واقعہ کربلا" ایک تحقیقی شاہکار ہے ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس کا ردّ بعنوان" جواب نفیس" ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس میں لکھتے ہیں کہ :" انبیاءؑ اور غیر انبیاء کی معصیت سے عصمت وحفاظت میں فرق ہے انبیاء علیہم السلام تو پیشگی ہی عصمت کے ساتھ متّصف ہوتے ہیں غیر نبی پیشگی کے ساتھ متّصف نہیں ہوتے البتہ نص سے یا کردار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں فلاں اصحاب سے معصیت کا صدور نہیں ہوتا یا نہیں ہوا۔ جب کہ ایسا ہونا ممکن ہے محال نہیں ہے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی حفاظت و عصمت اسی قبیل سے تھی"۔ (جواب نفیس صفحہ ۳۹ طبع دارالافتاء والتحقیق جامع مسجد الہلال، چوبرجی پارک لاہور)

مندرجہ بالا شخصیات نے نہ صرف عصمت کو غیر انبیاء کے لیے درست قرار دیا ہے بلکہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی عصمت کے قائل و مقر بھی ہیں لیکن کسی" مفتی یا محقّق" نے ان پر ختم نبوت سے انکار کا فتویٰ نہیں لگایا۔ اگر آپ کے علم میں ہے تو اضافہ معلومات کے لیے آگاہ فرما دیجئے یا جراٴت کر کے ان پر کفر کا فتویٰ لگا دیجئے۔ البتہ فتویٰ لگانے سے پہلے ذرا ٹھنڈے دماغ سے بقائم ہوش وحواس شاہ محمد اسماعیل دہلوی صاحب کی اس عبارت پر سرسری نظر کرلیں: واین حفظ نصیبہ انبیاء وحکما است وہمیں را عصمت می نامند نہ دانی کہ اثبات وحی باطن وحکمت ووجاہت وعصمت مرغیر انبیاء را مخالف سنت واز جنس اختراع بدعت است چہ بسیارے ازیں امور در احادیث رسول مقبول علیہ الصلاۃ والسلام در مناقب صحابہ کبار منقول است،" اور یہ حفظ انبیاء اور حکماء کا نصیب ہے اور اسی کو عصمت کہتے ہیں یہ نہ سمجھنا کہ باطنی وحی اور حکمت اور وجاہت اور عصمت کو غیر انبیاء کے لئے ثابت کرنا، خلاف سنت اور اختراع بدعت کی جنس سے ہے اس لئے کہ ان امور میں سے بہت سے امور حضرت رسول مقبول علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیثوں میں نقل ہوئے ہیں" (صراط مستقیم صفحہ ۴۲ مطبع ضیائی میرٹھ ۱۲۸۵ھ) معلوم ہوا کہ انبیاءؑ کے علاوہ کسی کو معصوم سمجھنا' یا' وحی باطنی کا نظریہ رکھنا، سنت کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی اختراعِ بدعت میں سے شمار ہوگا جب خلاف سنت نہیں ہے تو ختم نبوت کے منافی کیوں کر ہوسکتا ہے شیعہ کا ائمہ اہل بیتؑ کو معصوم سمجھنا اسلام کے عین مطابق ہے اسے منافی ختم نبوت سمجھنے والا اسلامی شریعت سے بالکل ناآشنا ہے ورنہ بڑے بڑے اکابرین کو ختم نبوت کا منکر قرار دینا پڑے گا۔

امام کے لیے معصوم ہونا لازم ہے چونکہ فرائض منصبی میں نبی کی مانند ہے اور اسی کے منصب پر اس کا جانشین ہوتا ہے سوائے وصفِ نبوت کے۔ لہٰذا جس طرح نبی کے لیے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے لیے عصمت کا وصف ضروری ہے اسی طرح اس کے جانشین امام کے لیے بھی عصمت و حفظ لازم ہے اسی تناظر میں شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھتے ہیں:"امام نائب نبی است ونبی صاحب شریعت است نہ صاحب مذہب وچوں امام معصوم از خطاء است وحکم نبی دارد"۔"امام نبی کا نائب ہے اور نبی صاحب شریعت ہے نہ کہ صاحب مذہب اور امام خطاء سے معصوم ہے حکم نبی رکھتا ہے" (تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۰۹، طبع ثمر ہند لکھنو) اگر امام معصوم نہ ہوگا تو لامحالہ اس سے شرعی احکام کی سمجھ بوجھ اور نفاذ میں عمداً یا سہواً خامی واقع ہوگی۔ جس

سے قیامِ عدل میں خلل پیدا ہو گا۔ نتیجتاً معاشرے میں ناانصافی اور ظلم و ستم کا دور دورہ ہو گا۔ اس لئے جانشین رسالت یعنی امام کے لیے لازم ہے کہ وہ معصوم ہو، تاکہ معاشرتی بے اعتدالیوں اور کمزوریوں کا درست عادلانہ فیصلوں کی روشنی میں سدباب کرے اور ہوائے نفسانی کے تحت کسی میلان و رجحان کے بغیر الٰہی احکام کو نافذ کرے۔

(۲) قرآن کی محفوظیت کا انکار اور محرفین کو کافر نہ کہنا:۔

تمام مُسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید الحمد سے والناس تک محفوظ ہے اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ علماء اسلام نے اس کی وضاحت شرح و بسط سے کی ہے۔ بعض کتب میں بعض ایسی روایات پائی جاتی ہیں جن میں بادی النظر تحریف کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے مگر اہلِ اسلام ان روایات کے تحت کوئی نظریہ قائم نہیں کرتے بلکہ ان کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ ان سے مراد تحریف نہیں بلکہ تفسیر ہے اگر قابلِ توجیہ نہیں ہیں تو ایسی روایات کو مخالف قرآن سمجھ کر یکسر مسترد کرتے ہیں اہل تشیع کے ہاں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے اسی وجہ سے کوئی کتاب حرفِ آخر نہیں ہے ہر کتاب، ہر روایت قابل بحث و تحقیق ہے اور تمام اسلامی نصوص میں تحقیق و تدقیق کی گنجائش موجود ہے۔ جہاں تک روایات کی بات ہے تو وہ کتب اہل سنت میں بکثرت پائی جاتی ہیں جو بوقت ضرورت پیش کی جاسکتی ہیں۔ تحریف قرآن کے قائلین کو کافر قرار دینے کے متعلق نظریہ تحریف قرآن کے ضمن میں آئے گا۔ تاہم یہ بتادینا ضروری ہے کہ تحریف قرآن کے متعلق محدث انور شاہ کشمیری کا تحقیقی نظریہ دیکھنا ہو تو "فیض الباری" جلد ۳، صفحہ ۳۹۵، کتاب الشہادات میں ملاحظہ فرمالیں۔ لیکن ان کی تحریف قرآن کے متعلق مکمل عبارات بعد میں پیش کی جائیں گی۔

(۳) عقیدہ رجعت، یعنی آخرت سے پہلے عالم دنیا میں ایک بار پھر لوٹنا ہے: قرآن و حدیث اور تاریخ اس بات پر شاہد ہیں کہ ہزاروں انسان مرنے کے بعد قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ ہو کر اس آب و گل میں واپس آئے پھر انہوں نے زندگی کے لمحات اسی دنیا میں گزارے چنانچہ وہ لوگ جو طاعون سے بھاگ کر جارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فوراً موت سے ہمکنار کیا بعد ازاں دوبارہ زندہ کیا جیسا کہ قرآن مجید اس بات کی ان الفاظ میں گواہی دیتا ہے کہ: "أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ" ۔ "کیا آپ نے ان لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے تھے؟ اللہ نے ان سے فرمایا مر جاؤ پھر انہیں زندہ کر دیا، بیشک اللہ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے"۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۴۲)

اللہ کے نبی حضرت عزیرؑ سو سال تک فوت ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

او کالذی مر علی قریة وھی خاویة علی عروشھا قال انی یحی ھذہ اللہ بعد موتھا فاماتہ اللہ مائة عام ثم بعثہ قال کم لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم قال بل لبثت مائة عام فانظر الی طعامک وشرابک لم یتسنہ وانظر الی حمارک ولنجعلک اٰیة للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما فلما تبین لہ قال اعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر

"یا اس شخص کی طرح جس کا ایک ایسی بستی سے گزر ہوا جو اپنی چھتوں کے بل گری ہوئی تھی تو اس نے کہا اللہ اس (اجڑی ہوئی آبادی کو) مرنے کے بعد کس طرح

دوبارہ زندگی بخشے گا؟ پس اللہ نے سو(۱۰۰) برس تک اسے مردہ رکھا پھر اسے دوبارہ زندگی دی، اس سے پوچھا بتاؤ کتنی مدت (مردہ) رہے ہو؟ اس نے کہا ایک دن یا اس سے کم اللہ نے فرمایا (نہیں) بلکہ سو(۱۰۰) برس (مردہ) پڑے رہے ہو، لہٰذا ذرا اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو جو سڑی نہیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو اور ہم نے یہ اس لیے کیا ہے تاکہ ہم تمھیں لوگوں کے لئے نشانی بنائیں اور پھر ان ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم انہیں کس طرح اٹھاتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھا دیتے ہیں یوں جب اس پر حقیقت عیاں ہوگئی تو اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے" (سورہ بقرہ آیت ۲۵۹)

اس آیت کی مزید تفسیر و تشریح کے لئے تفسیر عُثمانی صفحہ ۵۵، مطبوعہ مدنیہ پریس بجنور ملاحظہ فرمائیں۔ وہ ستر آدمی جن کو حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ ملاقات کے لئے منتخب کر کے کوہ طور پر ہمراہ لے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کی تجلّی کے بعد وہ سب لوگ موت کی نیند سلا دیئے گئے حضرت موسیٰؑ کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا اس کی گواہی قرآن ان الفاظ میں دیتا ہے:

ثم بعثناکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون

"پھر تمھارے مرنے کے بعد ہم نے تمھیں اٹھایا کہ شاید تم شکر گزار بن جاؤ" (سورہ بقرہ آیت ۵۶) ان کے علاوہ بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جو عقیدہ رجعت پر دلالت کرتی ہیں جب یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد قیامت سے پہلے دوبارہ اٹھانے کی قدرت رکھتا ہے اور وقوع پذیر بھی ہوا ہے تو یہ عقیدہ کس طرح دین اسلام سے مُتصادم ہے؟ جبکہ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ رجعت کے قائل تھے (کتاب المعارف لابن قُتیبہ الدینوری صفحہ ۱۴۹، تحت "من تأخر موته من الصحابة رضی الله تعالی عنهم" مطبوعہ مطبعة الرحمانیہ مصر ۱۹۳۵ء)

لہٰذا بموجب "اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم" اگر اس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں کوئی مُسلمان رجعت کا عقیدہ اپنا لے تو کیا وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا؟ تو یقیناً جواب نفی میں ہوگا، معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ اس جلیل القدر صحابی نے خود ایجاد نہیں کیا بلکہ یقیناً اس کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کی ہوگی۔ بصورت دیگر اس صحابی کا بدعتی، گمراہ اور کافرانہ عقیدہ ایجاد کرنے والا ثابت ہو جائے گا (العیاذ باللہ) لہٰذا محض عقیدہ رجعت کو کفر کی وجہ قرار دینا بالکل ہی نادانی اور تعصّب کی علامت ہے۔ علاوہ ازیں یہ عقیدہ صرف شیعہ کا ہی نہیں بلکہ اہل سنت کے جید علماء کا بھی یہی عقیدہ ہے جیسا کہ علامہ محمد معین ٹھٹھوی لکھتے ہیں

ولقد اخبرت من بعض اهل العلم انه قال من مات علی الحب الصادق لامام العصر علیه السلام ولم یدرك اوانه ،اذن الله سبحانه ان یحییه فیفوز فوزاً عظیماً فی حضوره من بحوره فی نوره وهذه هی الرجعة فی عهده علیه السلام.

"بعض اہل علم کی جانب سے مجھے یہ خبر ملی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو شخص امام زمانہؑ کی سچّی محبّت پر مرے گا اور آپؑ کا ظہور اس کی زندگی میں نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ زندہ کرے گا تاکہ وہ آپؑ کے حضور میں، آپ کے نور کے سمندر میں عظیم کامیابی حاصل کرے، امام مہدیؑ کے زمانے میں رجعت اسی کو کہا جاتا ہے....." (دراسات اللبیب ص ۲۱۹، ۲۲۰ طبع قدیم لاہور ۱۲۶۳ھ)

چوتھا عقیدہ افضلیت ائمہ کو افضل قرار دے کر افضلیت

انبیاء علیہم السلام کا انکار:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ تو ارشاد فرمایا ہے کہ تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض، ''ان رسولوں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضلیت دی ہے۔'' لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ فضلیت کلی ہے یا جزوی۔ حضرت خضر علیہ السلام کے نبی یا غیر نبی ہونے میں اختلاف ہے چنانچہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا ایک بندہ جس کو ہم نے اپنی رحمت سے نوازا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی اس فضلیت سے آگاہ کر کے ان کی شاگردی کے لیے بھیجا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا گیا انی جاعلك للناس اماما، جب ان کی آزمائش لی گئی، تو امتحان میں کامیاب وکامران ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب میں آپ کو لوگوں کا امام بناتا ہوں۔ اگر کوئی شخص اس آیت سے مرتبہ امامت کو مرتبہ نبوت سے برتر ہونے کے لئے استدلال کرے، تو آپ استدلال کو غلط قرار دے سکتے ہیں لیکن کم ازکم شک کا فائدہ دیتے ہوئے کفر کا فتویٰ جاری نہیں کر سکتے۔ علاوہ ازیں حضرت امام مہدیؑ کو صاحب شریعت پیغمبر حضرت عیسٰی علیہ السلام اگرچہ نزول کے بعد نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوں گے مگر اس کے باوجود وہ نبی اور رسول ہوں گے جبکہ امام مہدیؑ علیہ السلام امت محمدیہ کے آخری خلیفہ راشد ہوں گے مگر نبی نہ ہوں گے حضرت عیسٰی علیہ السلام نبی ورسول ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے امام مہدی علیہ السلام کو حضرت عیسٰی علیہ السلام بلکہ دیگر بعض انبیاء سے افضل قرار دیا گیا ہے جیسا کہ علامہ حافظ نعیم بن حماد مروزی متوفی ۲۸۸ھ لکھتے ہیں کہ جب محمد ابن سیرین سے پوچھا گیا: المهدی خير أوابوبكر وعمر رضی الله عنهما؟ فقال هو خير منهما و يعدل بنبی ''امام مہدی افضل ہیں یا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہا؟ تو فرمایا امام مہدیؑ ان دونوں سے افضل ہیں اور نبی کے برابر ہیں'' (کتاب الفتن جلد ۱، ص ۳۵۶ رقم ۱۰۲۷ طبع مکتبہ التوحید قاہرہ، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵، ص ۱۹۸ رقم ۱۹۴۹۶ طبع دار السلفیہ بمبئی) اور مزید برآں علامہ مروزی لکھتے ہیں کہ محمد ابن سیرین نے کہا ''قد كان يفضل علی بعض الانبياء'' حضرت امام مہدی علیہ السلام بعض انبیاء سے افضل ہیں'' (صفحہ ۳۵۸ رقم ۱۰۳۶، ہکذا فی حج الکرامہ فی آثار القیامہ صفحہ ۳۸۶ مطبوعہ شاہجہانی، واسنادہ صحیح)

اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی خلافت بھی حضرت ابوبکر وعمر وغیرہ کی خلافت سے افضل واعلیٰ ہوگی جیسا کہ شاہ محمد اسماعیل دہلوی اس سلسلے میں لکھتے ہیں: ونیز ظاہر است کہ خلافت حضرت مہدی علیہ السلام افضل انواع خلافت راشدہ است یعنی خلافۃ منتظمہ محفوظہ چہ دروصف ایشان واردشدہ قال رسول الله صلعم لو لم يبق من الدنيا الا يوم لطول الله ذالك اليوم حتی يبعث الله فيه رجلا من اهل بيتی ...... الخ ''اور یہ بھی امر ظاہر ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی خلافت، خلافت راشدہ سے افضل انواع میں سے ہوگی یعنی وہ خلافت ''منتظمہ محفوظہ'' ہوگی۔ کیونکہ ان کی تعریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا میں کچھ باقی نہ رہے مگر ایک دن کہ لمبا کر دے اللہ تعالیٰ یہاں تک کہ میرے اہل بیت سے میرا ہم نام آدمی اللہ تعالیٰ اٹھا دے'' (منصب امامت صفحہ ۶۱ مطبع فاروقی دہلی) حالانکہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نبی نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود انہیں بعض انبیاء

کرام علیہم السلام سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ مفتی یا کسی تکفیری نے بھی افضل قرار دینے والوں کو خارج از اسلام نہیں قرار دیا۔ یہ بات طے شدہ کہ حضرت امام مہدیؑ کے جد امجد حضرت علی مرتضیٰؑ، امام حسن مجتبیٰؑ اور امام حسینؑ شہید کربلا و دیگر ان کی اولاد سے ائمہ اطہارؑ خود امام مہدیؑ سے افضل ہیں تو اس صورت میں اگر تمام آئمہ اہل بیتؑ کو انبیاء سے افضل قرار دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ اس پر مزید تفصیل کے لئے شیعہ عقائد کی بنیادی کتب دیکھی جا سکتی ہیں۔

پانچواں عقیدہ: شیخین کی صحابیت اور خلافت سے انکار: کسی شیعہ نے کبھی شیخین کی صحابیت کا انکار نہیں کیا لیکن شیعہ صحابیت کے مراتب میں فرق ضرور کرتے ہیں۔ صحابہ وہ بھی ہیں جو حوض کوثر سے ہٹائے جائیں گے یہی لوگ نبی اکرم ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد عہد سے پھر گئے تھے۔ انکار خلافت کا موضوع اگرچہ تفصیل طلب ہے لیکن مختصر الفاظ میں شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ حضرات بالفعل خلیفہ تھے بالاستحقاق نہ تھے۔ تاہم محققین اہل سنت نے انہیں سبّ کرنے اور قتل کرنے کو بھی دائرہ اسلام سے خروج کی وجہ اور سبب نہیں ٹھرایا تو انکار خلافت سے بدرجہ اولی کفر لازم نہیں آئے گا۔ اس پر سابقہ اوراق میں قدرے وضاحت ہو چکی ہے۔

چھٹا عقیدہ: حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے سوا جملہ ازواج رسول ﷺ کے متعلق منافرت پھیلانا:

یہ سراسر بہتان اور سفید جھوٹ ہے۔ تمام ازواج رسول ﷺ کو شیعہ واجب الاحترام، مومنین کی مائیں سمجھتے ہیں لیکن وہ معصوم نہ تھیں، ان سے قول و فعل میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے اگر آپ انہیں معصوم مانتے ہیں تو یہ ایک الگ موضوعِ سخن ہے۔ یہ سب حقائق کتب احادیث و تواریخ میں بالتصریح مرقوم ہیں۔

ساتواں عقیدہ: حضور ﷺ کو نبوی مشن میں ناکام قرار دینا:

یہ سراسر بہتان اور کھلا جھوٹ ہے۔ سچ ہے کہ

کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

یہ حقیقت تمام شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ حضرات انبیاء کرامؑ بشمول حضرت محمد ﷺ دین اسلام کی تبلیغ مشن کا پہلا حصہ تھا۔ جس میں انبیاء علیہم السلام سو فیصد کامیاب ہوئے۔ وما علی الرسل الاالبلاغ المبین، رسولوں کی ذمہ داری اللہ کا پیغام واضح طور پر پہنچا دینا ہے وہ سب نے پہنچا دیا۔ منوانا اور اس پر زبردستی عمل کرانا یہ انبیاء و رسولوں کی ذمہ داری نہیں ہے نہ ہی حکومت قائم کرنا ان کے لیے لازم ہے ہاں اگر لوگوں کی کثیر تعداد اخلاص سے ایمان لے آئے اور اطاعت شعار بن جائے تب اسلامی شریعت کے نفاذ کے لئے نظام حکومت کا قیام بھی فرائض منصبی میں سے ہے۔ اکثر لوگوں کی جانب سے انبیاء علیہم السلام کو تکالیف پہنچائی گئیں اور ان کی جانب سے مخالفت اور مزاحمت کا سامنا بھی رہا۔ لہٰذا اسلامی حکومت کے قیام مرحلہ نہ آسکا۔ اسے انبیاء علیہم السلام کی کوتاہی یا قصور نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ قوموں کا قصور ہے کہ وہ اس نظام سے متفق نہ ہوئے۔ امام خمینیؒ نے بھی یہی بات کہی ہے۔ از روئے انصاف فرمایئے کہ حضرت نوح علیہ السلام جیسے نبی کے ساڑھے نو سالہ تبلیغ و کاوش کا نتیجہ کیا نکلا؟ قرآن کریم شاہد ہے کہ فما امن معہ الا قلیل صرف چند آدمی ہی ایمان لائے جن کی تعداد انتہائی کم تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کے حالات کا جائزہ لیں۔ آپ نے چالیس سال تک بغیر محنت و مشقت ان کو من وسلویٰ جیسی

عمدہ اور پاکیزہ غذا سے تواضع فرمائی مگر اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین بنا کر اور قوم کو ان کی اطاعت کرنے کی تاکید فرما کر چند دنوں کے لیے کوہ طور پر تشریف لے گئے سوائے قلیل لوگوں کے قوم کی اکثریت گوسالہ پرستی جیسے شرک عظیم کا ارتکاب کر کے تباہ ہو جاتی ہے۔

آٹھواں عقیدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بلافصل خلافت کے قیام کا خدائی دعویٰ اور وعدہ تسلیم نہ کرنا:

کیا اس بنیاد پر شیعہ ہی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں یا اس آیت (آیۃ استخلاف) کے دیگر منشاء سے اختلاف کی بنا پر خارج از اسلام قرار پاتے ہیں؟ سلفی صاحب اپنے اسلاف سے پوچھ کر بتائیں کہ کیا صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے آیت استخلاف سے اپنی خلافت کے بلا فصل یا بالفعل ہونے پر استدلال کیا؟ اگر کیا ہے تو ہمت کر کے مستند حوالہ پیش کر دیں۔ البتہ بعض روایات تو اس آیت کو امام مہدی علیہ السلام کے عہد حکومت سے متعلق بیان کرتیں ہیں۔

شعبی کے فتوے کی حیثیت

عبدالجبار سلفی صاحب کہتے ہیں کہ ''امام شعبی رحمہ اللہ کے اقوال اور فتوے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی قابل فخر کتاب'' منہاج السنۃ'' میں جابجا درج کرتے ہیں حالانکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسا انسان اتنی آسانی سے کسی صاحب علم کا نام نہیں لیتا، ایسا ہی ایک قول ابن تیمیہ رحمہ اللہ درج کرتے ہیں :قال الشعبی: احذرکم اھل ھذہ الاھواء المضلۃ ،وشرھا الرافضۃ لم یدخلوا فی الاسلام رغبۃ ولارھبۃ (منہاج السنہ جلد اول صفحہ ۸،مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت) ترجمہ:'' امام شعبی نے فرمایا کہ میں تمھیں راہ راست سے بہکانے والے اہل بدعت سے ڈراتا ہوں اور ان میں سے سب سے بدتر رافضی ہیں، یہ لوگ رغبت اور خوف خدا کے ساتھ اسلام میں داخل نہیں ہوئے'' (ماہنامہ حق چاریار، جولائی ۲۰۱۳ء صفحہ ۲۶)

محترم قارئین منہاج السنۃ مطبوعہ الطبعۃ الاولی المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ ببولاق مصر ۱۳۲۱ھ ہمارے پیش نگاہ ہے اس کی جلد اول، صفحہ ۶ پر یہ روایت پوری سند کے ساتھ موجود ہے جس کی ابتداء یوں ہوتی ہے: حدثنا محمد بن ابی القاسم بن ھارون، حدثنا احمد بن الولید الواسطی حدثنی جعفر بن نصیر الطوسی الواسطی عن عبدالرحمن بن مالک بن مغول عن ابیہ قال قال الشعبی احذرکم......الخ

ابن تیمیہ نے یہ روایت ابو حفص بن شاہین کی کتاب'' اللطف فی السنۃ'' سے لی ہے، اور ساتھ سند بھی درج کی ہے۔ یہ طویل روایت دو صفحات پر مشتمل ہے جو صفحہ ۶ سے لے کر صفحہ ۸ پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ اس پر خود ابن تیمیہ بھی پوری طرح مطمئن نہ تھے یہی وجہ ہے کہ روایت بالا درج کرنے بعد بڑی صراحت کے ساتھ اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وقد روی ابوالقاسم الطبری فی شرح اصول السنۃ نحو ھذا لکلام من حدیث وھب بن بقیۃ الواسطی عن محمد بن حجم الباھلی عن عبدالرحمن بن مالک بن مغول وھذا لاثر قد روی عن عبدالرحمن بن مالک بن مغول من وجوہ متعددۃ یصدق بعضھا بعضاو بعضھا یزید علی بعض لکن عبدالرحمن بن مالک بن مغول ضعیف وذم الشعبی لھم ثابت من طرق أخری لکن لفظ الرافضۃ انما ظھر لما رفضوا زید بن علی بن الحسین فی خلافۃ ھشام وقصۃ زید بن علی بن الحسین کانت بعد العشرین ومائۃ سنۃ احدی و عشرین او اثنتین وعشرین ومائۃ فی آخر خلافۃ ھشام

والشعبی توفی فی اوائل خلافۃ ھشام او آخر خلافۃ یزید بن عبدالملک اخیہ سنۃ خمس ومائۃ او قریبا من ذالک فلم یکن لفظ الرافضۃ معروفا اذ ذاک وھذا یعرف کذب لفظ الاحادیث المرفوعۃ التی فیھا لفظ الرافضۃ لخ'' ابو قاسم طبری نے شرح اصول السنۃ میں اسی طرح کا کلام وہب بن بقیہ واسطی سے، اس نے محمد بن حجم باہلی سے، اس نے عبدالرحمٰن بن مالک بن مغول سے نقل کیا ہے۔ عبدالرحمٰن بن مالک سے کئی وجوہ سے یہ روایت مروی ہے جو بعض بعض کی تصدیق کرتی ہیں بعض میں کچھ زیادہ لفظ بھی ہیں لیکن عبدالرحمٰن بن مالک بن مغول ضعیف ہے۔ تاہم دیگر طرق سے شعبی کی مذمت شیعہ ثابت ہے۔ لیکن رافضہ کا لفظ اس وقت ظاہر ہوا جب خلافت ہشام میں زید بن علی بن حسینؒ کو ان لوگوں نے چھوڑ دیا۔ حالانکہ زید بن علی بن حسینؒ کا واقعہ ۱۲۰ھ سے ۱۲۱ھ یا ۱۲۲ھ میں ہشام کی خالفت کے آخر میں پیش آیا...... جبکہ شعبی کی وفات ہشام کی خلافت کے ابتداء یا یزید بن عبدالملک کی خلافت کے آخر میں ۱۰۵ھ یا اس کے قریب واقع ہوئی اس وقت رافضی کا لفظ معروف نہ تھا۔ اسی سے ان احادیث مرفوعہ کے لفظ کا جھوٹ ہونا معلوم ہوتا ہے جن میں لفظ رافضہ پایا جاتا ہے''۔ ابن تیمیہ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس طرح کے الفاظ وکلام رافضیوں کے بارے میں معروف تھے لہٰذا عبدالرحمٰن بن مالک بن مغول کے ضعیف ہونے کے باوجود یہ درست کلام ہے خواہ شعبی سے یا لوگوں سے سنا یا خود یہ کلام گھڑ لیا ہے۔ یہ ابن تیمیہ کی ہٹ دھرمی اور کچھ حقائق کو چھپانے اور جھوٹ کو سچ بنانے کی کوشش ہے۔ نیز عبدالرحمٰن پر جرح کو کم کرنے کی علمی خیانت ہے بفرض تسلیم اسے صرف ضعیف ہی سمجھا جائے تب بھی مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اصول حدیث کے قواعد وضوابط سے آشنا اہل علم جانتے ہیں کہ ضعیف کے درجے مختلف ہیں بعض ضعف متابعات سے زائل نہیں ہوتا یعنی شدید ضعف والی روایت، تابع ہو یا متبوع اس سے کوئی اثر نہیں ہوتا جیسے کذاب ومتروک راویوں کی روایات ہر لحاظ سے مردود ہیں۔ یہی صورت حال اس روایت کے راوی عبدالرحمٰن بن مالک بن مغول کی ہے کہ وہ کذاب اور متروک بلکہ روایات وضع کرنے والا ہے جیسا کہ آپ اسے بعد والی سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اسی طرح علامہ شہاب الدین خفاجی نے ''نسیم الریاض'' شرح شفاء قاضی عیاض جلد ۳، ص ۱۹۷، طبع مطبعہ عثمانیہ اسلامبول ۱۳۱۵ھ میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے: ''و الرفضۃ الذین اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بظھورھم کما ورد فی حدیث رواہ البیھقی من طرق الا انھا کلھا ضعیفۃ''۔ ''اور رافضہ، وہ لوگ جن کے ظہور کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی جیسا کہ اس حدیث میں وارد ہوا ہے جسے بیہقی نے کئی سندوں سے روایت کیا ہے، مگر وہ سب کی سب ضعیف ہیں''۔

عبدالرحمٰن بن مالک بن مغول سے متعلق علماء رجال کی رائے:

ابن تیمیہ نے شعبی سے منسوب روایت کے مرکزی و بنیادی راوی عبدالرحمٰن بن مالک بن مغول ابو بہر کوفی بجلی کی روایت سے استدلال کرنے کی خاطر اسے محض ضعیف کہہ کر بات کو گول مول کر دیا۔ بعد ازاں کسی نہ کسی بہانے اس روایت سے استدلال کرنے کی کوشش کی۔ اگرچہ شعبی کی وفات لفظ رافضی ظاہر ہونے سے پہلے ہو چکی تھی۔ پھر اس کی طرف اس روایت کی نسبت مشکوک ہو جاتی ہے۔ لیکن ابن تیمیہ نے اسے روایت بالمعنی وغیرہ کہہ کر اس پر اعتماد بحال کرنے کی کوشش کی ہے لیکن علامہ ذہبی نے اس پر کی گئی جرح واضح طور پر لکھ دی ہے ملاحظہ فرمائیں

چنانچہ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ: "عبدالرحمن بن مالك بن مغول ،روی عن ابیه والاعمش ،قال احمد و الدار قطنی: متروك ،وقال ابوداود کذاب، وقال مرة: یضع الحدیث، و قال النسائی وغیرہ:لیس بثقة "۔ "عبدالرحمٰن بن مالک بن مغول نے اپنے باپ اوراعمش سے روایت لی ہے۔امام احمداوردار قطنی نے کہا: متروک ہے۔ابوداود نے کہا: کذاب ہے اوریہ بھی کہا: حدیث وضع کرتا تھا،نسائی وغیرہ نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں ہے"۔ (میزان الاعتدال جلد ۲،ص ۵۸۴، دیوان الضعفا والمتروکین لذہبی ص ۱۹۰)

امام بخاری نے کہا: حدیثه لیس بشیئ تاریخ کبیر جلد۳ ،القسم الاول ،ص ۳۴۹ رقم ۱۰۳ اطبع حیدرآباددکن) حافظ ابن حبان لکھتے ہیں :کان ممن یروی عن الثقات المقلوبات وما اصل له عن الاثبات ترکه احمد بن حنبل (کتاب المجروحین جلد ۲،ص۶۱ طبع دارالوعی حلب)

ثابت ہوا کہ یہ راوی متروک ، کذاب ہے،حدیثیں گھڑنے والا اور حدیث کے باب میں لاشے تھا شعبی سے منسوب رافضوں کی مذمت میں یہ روایت بھی راوی کی اپنی من گھڑت روایات میں سے ایک ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ سلفی صاحب اصل ماخذ نہیں دیکھا کرتے، بلکہ شیعہ دشمنی میں محض مفتیاں کرام کی باتوں پر اعتماد کرکے ان ہی کو آگے نشر کرتے رہتے ہیں۔ ہماری ان سے گذارش ہے کہ ان غیر محققین کی بے بنیاد باتوں پر اندھادُھند اعتماد کرکے اپنی عاقبت خراب نہ کریں، نہ دوسروں کو غلط راستے پر ڈالیں بلکہ اصل ماخذ ومنابع دیکھ کر درست مفہوم حاصل کرنے کی کوشش کیجیے۔

(جاری ہے)

باب المسائل

اسلامی وایمانی حقائق ومعارف بیان فرمائیں۔

سائل: سید محمد دانش

سوال نمبر ۶۷۸: علاماتِ ظہور امام زمانہؑ کس حد تک حتمی ہیں؟ جیسا کہ سفیانی گروہ کا آنا، نفس زکیہ کا قتل وغیرہ؟ کیا ان حتمی علامات میں کسی تبدیلی کی گنجائش ہے؟ کیا امام زمانہ کا ظہور ان علامات کے بغیر بھی ہوسکتا ہے؟ کیا مجھے ان علامات کے جلد واقع ہونے کی دعا کرنی چاہیے، تاکہ امام زمانہؑ کا ظہور جلد ہو۔ ہمیں کس چیز کا انتظار کرنا چاہیے۔ ان علامات کا یا امام زمانہؑ کے ظہور کا؟ اگر یہ علامات حتمی ہیں اور ان میں تبدیلی کا امکان نہیں تو اس صورت میں تو ہم علامات کا انتظار کر رہے ہیں نہ کہ ظہور امام زمانہؑ کا۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! اس سلسلہ میں وارد شدہ ارشاداتِ معصومینؑ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور موفور السرور کے علامات دو قسم کے ہیں: ❶ غیر حتمی جو سینکڑوں میں اور روز بروز ظاہر ہو رہی ہیں۔ ❷ دوسری حتمی جن کے ظہور کے بعد امام کا ظہور یقینی ہوگا۔ اور وہ پانچ ہیں: ① خروج دجال ② خروج لشکر سفیانی ③ قتل نفس زکیہ ④ مکہ ومدینہ کے درمیان زمین کا دھنسنا ⑤ ماہِ رمضان میں خلافِ قاعدہ منجمین سورج وچاند گہن کا لگنا...... آپ کو امامؑ کے ظہور کا انتظار کرنا چاہیے اور جلدی ظہور کی دعا کرنی چاہیے۔ وبس

بقیہ عصرِ حاضر میں مطالعہ سیرت کی ضرورت و اہمیت

سیکولر نظام تعلیم کے تابع ہیں، ان میں بچوں کو معاشرے کے مروّجہ طور طریقے تو پڑھائے اور سکھائے جاتے ہیں، جبکہ مُسلمان بچوں کو نہ اسلامی اخلاق و آداب سکھائے جاتے ہیں، نہ انھیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ نیز ان کی کردار سازی کا بھی خاطر خواہ اہتمام نہیں کیا جاتا۔ اسی لیے عصر حاضر میں اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ اکیسویں صدی کے مُسلمان بچوں کو فکر سیرت اور تعلیماتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پورا پورا روشناس کرایا جائے۔ اور جدید تعلیمی اداروں میں پیغامِ سیرت جدید اور عام فہم انداز میں پہنچایا جائے۔ مذکورہ حالات، کوائف، حقائق اور امور کی روشنی میں عصر حاضر کی یہ اہم ضرورت ہے کہ سیرتِ طیبہ کا پیغام اس قدر عام کیا جائے کہ وہ حیات بخش پیغام تمام انسانوں کو ان کی اپنی اپنی زبان اور آسان پیرائے میں حاصل ہو۔ یہ پیغام ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محافظ اور فکر رسولؐ کا حقیقی ترجمان اور امین ہو، تاکہ اکیسویں صدی کا انسان ان سے رہنمائی حاصل کر سکے۔

(بشکریہ سہ ماہی ''نورِ معرفت'' اسلام آباد اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۳ء)

بقیہ تذکرۃ الطاہرینؑ

بادشاہ و کلبہ ایوانِ او
یک حسام و یک زرہ سامانِ او
مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق
مادرِ آں کارواں سالارِ عشق
آں یکے شمع شبستانِ حرم
حافظ جمعیّت خیر الامم
تا نشیند آتشِ پیکار دیں
پشت پازد بر سر تاج و نگیں
واں دگر مولائے ابرارِ جہاں
قوتِ بازوئے احرارِ جہاں
در نوائے زندگی سوز از حسینؑ
اہل حق حریت آموز از حسینؑ
(اسرار و رموز)

(رسالہ ''البرہان'' لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۵۰ء)

☆ آہ! جناب سید سخاوت حسین شاہ

آپ آزاد کشمیر کے رہنے والے، برمنگھم (برطانیہ) میں انجمن کے سابق صدر اور ہردلعزیز شخصیت کے مالک تھے...... ہم نے بڑے قلبی دکھ درد کے ساتھ یہ خبر وحشت اثر سنی ہے کہ آپ طویل علالت کے بعد دار الفنا سے دار البقا کی طرف انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

دعا ہے کہ خداوند عالم مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

☆ آہ غلام شبیر بھٹی صاحب

ہم نے بڑے افسوس کے ساتھ یہ خبر غم سنی کہ کوٹ بہادر ضلع جھنگ کے جناب اقبال حسین صاحب بھٹی کے برادر بزرگ جناب غلام شبیر صاحب بھٹی انتقال کر گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحوم بڑے صحیح العقیدہ والعمل بزرگ تھے۔ دعا ہے کہ خداوند عالم مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر عطا فرمائے۔

☆ راجہ محمد سبطین صاحب آف چک نمبر ۶۹ ضلع سرگودھا کی ہمشیرہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ حاجی محمد لطیف کھوسہ آف ڈیرہ غازی خان کی والدہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

(شریک غم ادارہ)

التماسِ دعاء

☆ جناب الحاج مولانا نذیر احمد صاحب آف گڑھ قائم سرگودھا......اور

☆ جناب الحاج سید ریاض حسین شاہ آف چک ۱۹ سرگودھا سخت علیل ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔

اہل ایمان سے ان کی جلد صحت یابی کے لیے دعا کی درخواست کی جاتی ہے۔

Registered No. (G) H.C/722

مفکرِ اسلام علاّمہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کا
خراجِ عقیدت

بانوئے آں تاجدارِ ہَل اَتیٰ — مُرتضیٰؑ مُشکل کشا ، شیرِ خُداؑ

بادشاہ و کلبۂ ایوانِ او — یک حسام و یک زرہ سامانِ او

مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق — مادرِ آں کارواں سالارِ عشق

آں یکے شمعِ شبستانِ حرم — حافظِ جمعیّت خیرُ الاُمم

تا نشیند آتشِ پیکارِ دیں — پُشت پازد بر سرِ تاج و نگیں

واں دگر مولائے ابرارِ جہاں — قُوّتِ بازوئے احرارِ جہاں

در نوائے زندگی سوز از حسینؑ
اہلِ حق حُرّیت آموز از حسینؑ

(اسرارورموز)